جبرئیل امین خادم دربار
محمد ﷺ
تالیف
محمد فیض احمد اویسی رضوی
بہاولپور
باہتمام
محمد صفدر علی صابر
دارُالسُّنِّیَّة خانیوال

جبرئیل امین خادم دربار محمد ﷺ

تصنیف لطیف

کشاف مشکلات العلوم فی الباطن والظاهر
بقیۃ الاکابر وعمدۃ الاواخر
العلامۃ الشیخ الحافظ المفتی

محمد فیض احمد اویسی رضوی

اطال اللّٰہ حیاتہ وادام الی الناس برکاتہ
وجعل قلمہ سیفاً مسلولاً لا یغمد
الا علی رقاب المبطلین

سعادت اہتمام

محمد صفدر علی صابر، محمد شمس الحق چشتی

دار السنیۃ خانیوال

0300-7892820

نام کتاب ——— جبرئیل امین خادم دربار محمد ﷺ
مصنف ——— شیخ القرآن والحدیث
——— علامہ مفتی محمد فیض احمد اویسی رضوی
تحریک اشاعت ——— صوفی باصفا جناب مولانا
——— محمد مختار احمد اویسی رضوی
سعادت اہتمام ——— محمد صفدر علی صابر خانیوال 0300-7892820
سعادت کمپوزنگ ——— محمد شمس الحق چشتی خانیوال 0300-7892820
بار اول ——— یکم محرم الحرام 1426ھ
ہدیہ ——— [illegible] روپے

سٹاکسٹ

دارالسنیۃ خانیوال 0300-7892820

ملنے کا پتہ

مکتبہ اویسیہ رضویہ سیرانی مسجد بہاولپور
مکتبہ قادریہ رضویہ نزد مرکزی جامع مسجد خانیوال
کتب خانہ حاجی نیاز احمد بیرون بوہڑ گیٹ ملتان
الرضاء پبلک لائبریری آستانہ عالیہ محمدیہ غوثیہ محلہ میانہ میانوالی شہر
مکتبہ فیضان مدینہ اندرون بوہڑ گیٹ ملتان
مسلم کتابوی داتا مارکیٹ لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیث مبارکہ ہے کہ حکمت مومن کی گمشدہ میراث ہے۔ وہ جہاں بھی ملے اسے حاصل کرو۔ لیکن افسوس ہم نے علم وحکمت کا وارث ہوتے ہوئے علم وحکمت سے اپنا ناطہ توڑ دیا اور اس روحانی ارتقاء سے محروم ہو گئے جو ہمیں میراث میں ملا تھا آج مسلمان پسماندہ سے پسماندہ تر ہوتے جا رہے ہیں کیونکہ ہمارے ہاں علم کا تسلسل منقطع ہو گیا ہے۔

کتاب علم کی علامت ہے مگر ہمارے ہاں خصوصاً دینی کتب کے خریدنے کا تصور بالکل معدوم ہو گیا ہے اس کا یہ سبب نہیں کہ لکھا نہیں جا رہا لکھا تو بہت جا رہا ہے لیکن عوامی سطح پر رغبت اور شغف کم ہو گیا ہے۔ یہ رویہ یقیناً بے حسی کا رویہ ہے اس کے تدارک کی ایک صورت یہ ہے کہ صاحبان حیثیت دینی کتابوں کی اشاعت اور ان کی فروخت کی سرپرستی فرمائیں۔

ہم اہل سنت کیلئے آیت من آیات اللہ علامہ مفتی محمد فیض احمد اویسی رضوی طال اللہ عمرہ نے گراں قدر و مایہ ناز علمی ذخیرہ جمع فرما دیا ہے۔ جو کہ برہان صداقت اور سرمایہ آخرت ہے۔

راقم الحروف (صفدر صابر) اور برادرم محمد شمس الحق چشتی کو شرف حاصل ہے کہ اس سرمایہ اہل سنت کے اکثر مسودات کی کمپوزنگ کا موقع میسر آیا ہے۔ جو کہ ہمارے لئے دین ودنیا کا زادِراہ ہے۔

اس سلسلہ میں برادرم صوفی باصفا جناب مولانا محمد مختار احمد اویسی رضوی شب وروز کوشش کر کے قبلہ حضرت صاحب کی تصانیف کی حفاظت اور ان کی اشاعت کے لئے کوشاں ہیں۔ اللہ رب العزت اس نیک دل مخلص ومحترم کی عمر میں برکتیں عطا فرمائے اور سرمایہ اہل سنت کی خدمت میں رہتے ہوئے انہیں دارین کی سعادتوں کا وافر حصہ عطا فرمائے۔ قبلہ حضرت صاحب نے اپنے جملہ رسائل کی اشاعت کی اجازت مرحمت فرمائی ہے انشاء اللہ عنقریب مزید رسائل بھی زیور طباعت سے آراستہ کریں گے۔ آمین بجاہ سید المرسلین

محمد صفدر علی صابر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لمن هو الاول بلا انتهاء والأخر بلا ابتداء والصلوۃ والسلام علی النیّر الانوار الذی طلع من البطحاء وعرج الی السماء ونوّر العالم بنور الدائم البقاء. اما بعد!

نبی پاک صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے بہت بڑی عزت وعظمت بخشی، یہاں تک کہ جبریل علیہ السلام جیسے جلیل القدر فرشتہ کو آپ کی خدمت کے لئے مقرر فرمایا فقیر اس کی تفصیل عرض کرتے اس کا نام رکھتا ہے۔

"جبریل امین خادم دربار محمد"

اور شرف انتساب کرتا ہے، بنام امام احمد رضا خان محدث بریلوی قدس سرہٗ کے جن کے فیض و برکت سے فقیر نے یہ رسالہ تیار کیا آپ کی بھی اس موضوع پر تصنیف ہے لیکن افسوس کہ تا حال اس کی زیارت سے محروم ہوں۔

فقط والسلام

محمد فیض احمد اویسی رضوی غفرلہٗ

بہاولپور (پاکستان)

اول الخلق صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم :

حضور نبی پاک شہ لولاک سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا اے جابر!

"اِنَّ اللّٰہَ خَلَقَ قَبْلَ الْاَشْیَاءِ نُوْرَ نَبِیِّکَ" (مواہب لدنیہ صفحہ ۹ جلد ۱)

اللہ تعالیٰ نے تمام اشیاء سے پہلے تیرے نبی کے نور کو پیدا کیا۔

معلوم ہوا کہ ساری مخلوقات سے پہلے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نور پیدا ہوا۔ اس لئے حضور خدا کی پہلی مخلوق ہیں۔ صرف اس لئے کہ آپ رحمۃ للعالمین ہیں اور عالمین کو وجود میں آنے کے لئے خدا کی ربوبیت کا مربوب بننا ضروری تھا اور خدا کی ربوبیت کے اظہار کے لئے پہلے رحمت کا ہونا ضروری تھا۔ رحمت ہوتی تو اظہار ربوبیت ہوتا رحمت نہ ہوتی تو اظہار ربوبیت بھی نہ ہوتا۔ تو عالمین میں کوئی ایسا وقت بھی تسلیم کیا جائے کہ عالم ہو اور رحمت نہ ہو۔ تو اس صورت میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حقیقی معنوں میں رحمۃ للعالمین نہ ہوں گے اس لئے کہ عالمین میں کچھ حصہ رحمت کے بغیر بھی نظر آیا۔ مگر رب نے یہ منظور نہ فرمایا اور پہلے نور رحمۃ للعالمین کو پیدا فرما کر پھر عالمین کو پیدا فرمایا۔

چونکہ جبریل علیہ السلام بھی عالمین میں شامل ہیں اس لئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جبریل سے بھی تقدم حاصل ہے۔ جبریل اتنی طویل عمر کے باوجود حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد ہی پیدا ہوئے۔ اول حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی ہیں۔

نور کی کرنیں:

شارح بخاری حضرت امام قسطلانی علیہ الرحمہ اوپر کی حدیث نور درج فرما

کرارشادفرماتے ہیں کہ اللہ تعالی نے جب نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا فرمایا تو اس وقت نہ لوح تھی، نہ قلم، نہ جنت تھی، نہ دوزخ، نہ کوئی فرشتہ تھا، نہ آسمان، نہ زمین، نہ چاند، نہ سورج، نہ کوئی جن، نہ انسان، کچھ بھی نہ تھا۔ پھر خداتعالی نے جب مخلوق پیدا کرنے کاارادہ فرمایا تو نور محمدی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کو چار حصوں میں تقسیم فرمایا۔

☆۔ پہلے حصہ سے قلم قدرت کو پیدا فرمایا ☆۔ دوسرے حصہ سے لوح محفوظ کو پیدا فرمایا

☆۔ تیسرے حصہ سے عرش کو پیدا فرمایا ☆۔ چوتھے حصہ کو پھر چار حصوں میں تقسیم فرمایا اور پہلے حصہ سے حاملین عرش کو پیدا فرمایا۔ دوسرے حصہ سے کرسی کو پیدا فرمایا تیسرے حصہ سے باقی تمام فرشتوں کو پیدا فرمایا۔ چوتھے حصہ کو پھر چار حصوں میں تقسیم فرمایا اور پہلے حصہ سے آسمانوں کو پیدا فرمایا۔ دوسرے حصہ سے زمینوں کو پیدا فرمایا۔ تیسرے حصہ سے جنت و دوزخ کو پیدا فرمایا۔ چوتھے حصہ کو پھر چار حصوں میں تقسیم فرمایا اور پہلے حصہ سے مومنوں کی آنکھوں کا نور پیدا فرمایا۔ دوسرے حصہ سے مومنوں کے دلوں کا نور معرفت پیدا فرمایا اور تیسرے حصہ سے ساری کائنات کو پیدا فرمایا۔

(مواہب لدنیہ صفحہ ۹ جلد ۱)

معلوم ہوا نور محمدی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کو ساری مخلوق پر تقدم حاصل ہے اور ہر کمال، جلال و جمال اسی نور کی بدولت ہے ۔

زقدت سرو بستاں آفریدند	زروئت مہر تاباں آفریدند
زحشمت نرگس از روئے تو گل	ز زلفت سنبلستاں آفریدند
زدنداں ولب جاں بخش عالم	ز در لعل بدخشاں آفریدند
نقاب از چہرہ زیبا کشادند	کہ از روئے ماہ تاباں آفریدند
برائے سجدہ محراب ابرو	بدلہا ذوق ایماں آفریدند

حضرت امام قسطلانی علیہ الرحمۃ کی تشریح حدیث سے ثابت ہوگیا کہ ساری مخلوق بشمولیت جبریل علیہ السلام حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نور کی بدولت معرض وجود میں آئی اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ساری مخلوق بشمولیت جبریل علیہ السلام سے بھی پہلے پیدا کیے گئے۔

جبریل علیہ السلام نے اپنی عمر کی طوالت سنانے کے لئے کہا کہ چوتھے حجاب میں ایک نورانی تارہ ستر برس کے بعد چمکتا تھا، میں نے اسے بہتر ہزار مرتبہ دیکھا ہے اور جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جواب سنا کہ "وَعِزَّةِ رَبِّي أَنَا ذَالِكَ الْكَوْكَب" میرے رب کی عزت کی قسم میں ہی وہ نورانی تارہ ہوں۔ تو جبریل کو پتہ چلا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو مجھ بھی سے پہلے کے ہیں۔

بشریت:

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جبریل علیہ السلام سے بھی پہلے کے ہیں اور آدم علیہ السلام جبریل علیہ السلام کے بعد پیدا فرمائے گئے اور بشریت کی ابتدا حضرت آدم علیہ السلام سے ہوئی۔

معلوم ہوا کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس وقت بھی موجود تھے جب کہ بشریت شروع بھی نہیں ہوئی تھی، موجود بھی تھے اور نبی بھی تھے۔ چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا "كُنْتُ نَبِيًّا وَّ آدَمُ بَيْنَ الْمَاءِ وَالطِّيْنِ" میں اس وقت بھی نبی تھا، جب آدم علیہ السلام ابھی پانی اور مٹی ہی میں تھے۔ گویا حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نور اس وقت شان نبوت لئے جگمگا رہا تھا جب کہ ابوالبشر پیدا بھی نہیں ہوئے تھے۔ معلوم ہوا کہ نبوت کے لئے بشریت کا ہونا ضروری نہیں اگر ضروری ہوتا تو ابوالبشر آدم علیہ السلام سے پہلے آپ نبی کیسے ہو سکتے تھے۔ نبی کے لئے

بشر ہونا ضروری نہیں، مگر ہماری ہدایت کے لئے نبی کا بشریت کے لباس میں آنا ضروری ہے چنانچہ حضور کی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حقیقت نور ہے۔ آپ ہماری ہدایت کی خاطر بشریت کا جامہ پہن کر تشریف لائے۔ نبوت بشریت کی محتاج نہیں امت محتاج بشریت ہے اپنی ہدایت کے واسطے۔

عارضی بشریت:

بڑے بڑے ائمہ وبزرگان دین کا فیصلہ کہ حضور کی بشریت عارضی ہے۔ حقیقت آپ کی نور ہے۔ اس کی تحقیق مزید فقیر کی تصنیف "البشریۃ لتعلیم الامۃ" میں ہے۔

فائدہ:

اسی عالم بشریت کی اقامت کے لئے جبریل علیہ السلام کو خادم دربار بنایا گیا۔

تخلیق جبریل علیہ السلام کی علت غائی:

علمائے محققین رحمہم اللہ تعالیٰ نے تصریح فرمائی ہے کہ سیدنا جبریل علیہ السلام خادم رسول صلی اللہ تعالی علیہ وسلم ہیں بلکہ ان کی تخلیق کی اصل غرض وغایۃ ہی خدمت امام الانبیاء والمرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے۔

چنانچہ حضرت سیدی عبدالعزیز دباغ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابریز شریف میں فرماتے ہیں۔

وَسَیِّدُنَا جِبْرِیْلُ علیہ السلام اِنَّمَا خُلِقَ لِخِدْمَۃِ النَّبِیِّ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (جواہر البحار صفحہ ۲۶۵ جلد ۱)

جبریل علیہ السلام کو حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔

حسن میاں علیہ الرحمۃ نے اسی کا ترجمہ اس شعر میں فرمایا ہے ۔

خدا نے جب ازل میں نعمتیں تقسیم فرمائیں

لکھی جبریل کی تقدیر میں خدمت محمد کی

(صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)

یہی حضرت دباغ رضی اللہ تعالی عنہ پھر فرماتے ہیں۔

لَوْ عَاشَ سَیِّدُنَا جِبْرِیْلُ مِائَةَ اَلْفِ عَامٍ اِلیٰ مِائَةِ اَلْفِ عَامٍ اِلیٰ مَا لَا نِهَایَةَ لَهُ مَا اَدْرَکَ رُبُعًا مِنْ مَعْرِفَةِ النَّبِیِّ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وَلَا مِنْ عِلْمِهٖ بِرَبِّهٖ تَعَالیٰ۔ (جواہر البحار صفحہ ۲۵۴ جلد ۱)

جبریل علیہ السلام اگر لاکھوں سال اور بے نہایت عرصہ تک بھی زندہ رہیں پھر بھی وہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم و عرفان کا چوتھا حصہ بھی حاصل نہیں کر سکتے

پھر فرمایا جبریل کو جو شان و مرتبہ ملا سب حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی صحبت کی بدولت ملا ہے۔ امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی قدس سرہ نے اس طرف اشارہ فرمایا کہ ۔

لا ورب العرش جس کو جو ملا ان سے ملا ۔۔۔ بٹتی ہے کونین میں نعمت رسول اللہ کی

سوال:۔تم نے جبریل علیہ السلام کی تخلیق کی علت غائی خدمت رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم بتائی یہ قرآن مجید کے خلاف ہے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ

جواب:۔قرآن مجید میں ہر ایک کی تخلیق علت غائی عبادت بتائی تو وہ خدمت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے منافی نہیں جبکہ وہ بھی خوشنودی حق ہے تو عین عبادت ہے۔ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نیند پر

نماز قربان کردی اسے خود حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے اطاعت الٰہی میں شمار فرمایا کما قال النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم " ان علیا فی طاعتک وطاعت رسولک" صلی اللہ تعالی علیہ وسلم حالانکہ نماز قضا کرنا طاعت نہیں معصیت ہے اس کے باوجود حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے اطاعت الٰہی قرار دیا۔

تعارف جبرائیل علیہ السلام:

جبرائیل علیہ السلام کا قد نہ بہت بلند ہے اور نہ بہت چھوٹا، اس کو سفید رنگ کا لباس پہنایا، جو جواہر و یواقیت سے مرصع ہے۔ جبرائیل علیہ السلام کے چہرے کا رنگ برف کی طرح سفید ہے، اس کے اگلے دانت روشن اور چمکدار ہیں، اس کے گلے میں خوبصورت موتیوں کا ہار ہے اور اس کے سرخ یاقوت کے ایک ہزار چھ سو بازو ہیں۔ ہر دو بازوؤں کے درمیان پانچ سال کی مسافت کے برابر فاصلہ یابعد ہے۔ اس کی گردن بڑی خوبصورت اور لمبی ہے اس کے قدم سرخ اور پنڈلیاں زرد ہیں۔ اس کے پر جن سے پرواز کرتا ہے، زعفران سے بنے ہوئے ہیں، جن کی تعداد ستر ہزار ہے، یہ پر سر سے لے کر ان کے قدموں تک ہیں ہر ہر پر پر چاند اور ستارے ہیں اور اس کی آنکھوں کے مابین شمس ہے اللہ تعالی نے اس کو میکائیل علیہ السلام کے پانچ سو سال بعد پیدا کیا۔ جبرائیل علیہ السلام ہر روز جنت کی ایک نہر میں ایک ایک قطرہ سے نہاتا ہے اور پھر اپنے بدن کو جھاڑتا ہے اور اللہ تعالی اس کے ایک ایک قطرے سے، ایک ایک فرشتہ پیدا فرماتا ہے، پھر وہ فرشتے بیت المعمور کا طواف کرتے ہیں۔

ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ جبرائیل علیہ السلام ہر روز سحر کے وقت نور کی نہر سے جو عرش کے دائیں طرف ہے، غسل کرتا ہے، اس کا نور پہلے سے زیادہ ہو جاتا ہے ایسا ہی اس کا حسن و جمال بھی دوبالا ہو جاتا ہے اور اس کی عظمت بھی

زیادہ ہو جاتی ہے، پھر وہ اپنے پروں کو جھاڑتا ہے تو اس کے ایک ایک پر سے ستر ستر ہزار قطرے جھڑتے ہیں پھر اللہ تعالیٰ ستر ستر ہزار فرشتے پیدا فرماتا ہے، ان میں سے ہر روز ستر ہزار فرشتہ بیت المعمور میں اور ستر ہزار بیت اللہ میں داخل ہوتا ہے۔

جبرائیل علیہ السلام کی رعائش:

جبرائیل علیہ السلام حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سدرہ پر لائے اور زمین ادب سے چوم کر رخصت چاہی، حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے اس وقت کیوں تنہا چھوڑتے ہو، عرض کی مجھ میں آگے بڑھنے کی طاقت نہیں وَمَا مِنَّا اِلَّا لَہٗ مَقَامٌ مَّعْلُوْمٌ میں اپنے مقام مقرر سے تجاوز نہیں کر سکتا، اب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آگے تشریف فرما ہوجیسے میں اپنی خدمت پوری کر چکا، حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم نے مجھے اللہ تعالیٰ تک لے جانے کا وعدہ نہ کیا تو اب کیوں ٹھہرتے ہو یہ فرمایا اور جبرائیل علیہ السلام کا ہاتھ پکڑ کر ایک قدم آگے بڑھایا کہ ناگاہ جبرائیل علیہ السلام ہیبت الٰہی سے مثل چڑیا کے ہو کر لرزتے اور کانپنے لگے اور آہ و زاری عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مجھے میرے مقام پر جلد واپس فرمائیے ورنہ اگر ایک پورو بھر آگے قدم بڑھاؤں گا، ہیبت جلال باری سے جل جاؤں گا۔

اگر یک سر موئے برتر پرم　　　فروغ تجلی بسوزد پرم

تب حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اے جبرائیل قسم ہے عزت وجلال الٰہی کی میں جتنا آگے بڑھتا اور نزدیک ہوتا ہوں شوق وصال زیادہ ہوتا ہے۔

وعدہ وصل چوں شود نزدیک　　　آتش شوق تیز تر گردد

اور جبرائیل علیہ السلام کو ہیبتِ الٰہی سے پگھلا ہوا اور قریب نابود ہونے سے

دیکھ کر دستِ مبارک سے اشارہ فرمایا کہ پانچ سو برس کی راہ جو ایک قدم میں طے فرمائی تھی ایک اشارہ میں طے فرما کر انہیں ان کے مقام پر پہنچایا۔ ندا آئی اے محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) تو فکر میں تھا کہ میری امت حشر کے دن راہ دور دراز قیامت و پل صراط کس طرح طے کرے گی اب دیکھ کے اشارے میں پانچ سو برس کی راہ طے کی اور ایک قدم میں جبرائیل علیہ السلام کو پانچ سو برس کی راہ لے آیا، اگر قیامت کے دن بھی اسی طرح جناب شفاعت پناہ کر پچاس ہزار برس کی ایک دم میں قطع کر لے اور اپنی امت کو آن واحد میں اس دور دراز اور پرخطر سے سلامت لے جائے تو کیا عجب ہے۔

جبرائیل علیہ السلام کے حاجت روا محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں ابراہیم کی پیشانی میں نور تھا اور اس کی پشت میں موتی تھا پھر جب ابراہیم علیہ السلام کو کافروں نے گوپھن کے پلے بٹھا کر آگ میں پھینکنا چاہا اور جبرائیل علیہ السلام نے اس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کو کہا "أ لک حاجة" کیا تمہیں کوئی حاجت ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا لیکن تیری طرف نہیں ہے۔ جبرائیل علیہ السلام نے پھر پوچھا حضرت ابراہیم نے وہی جواب دیا، آخیر میں جبرائیل علیہ السلام نے کہا کیا تمہیں اپنے رب کی طرف حاجت ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا کیا کوئی ایسا دوست ہے جس کو اپنے دوست کی طرف حاجت نہ ہو۔

جبرائیل علیہ السلام نے کہا! پھر آپ اپنے رب سے سوال کریں کہ وہ آپ کی اس حال میں مدد کرے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا "هو العلم بحالی من سوالی الیه" وہ میرے سوال کرنے کے بغیر میرے حال کو خوب اچھی طرح جانتا ہے حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس مقام پر فرمایا کہ میں نے جبرائیل

علیہ السلام کو اس وقت کہا کہ جب اللہ تعالیٰ مجھ کو مبعوث کرے گا، تو اے جبرائیل میں تیری اس نیکی کا جو تو نے میرے باپ ابراہیم علیہ السلام سے کی ہے بدلہ دوں گا۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جس رات مجھے معراج ہوا اور جبرائیل علیہ السلام میرے ساتھ تھے، یہاں تک کہ ہم ایک مقام پر پہنچے کہ جبرائیل علیہ السلام وہاں ٹھہر گئے، آگے جانے سے معذرت کے ساتھ انکار کیا تو میں نے جبرائیل علیہ السلام کو کہا کہ اے جبرائیل بھلا ایسے مقام میں بھی کوئی دوست کسی دوست سے جدا ہوتا ہے۔ جبرائیل علیہ السلام نے کہا اے اللہ کے رسول یہ وہ جگہ ہے جہاں سے آگے اگر میں تجاوز کروں تو نور مجھے جلا کر راکھ کر دیگا میں نے کہا کہ اللہ کی طرف تیری کوئی حاجت ہے۔ اس نے کہا ہاں آپ اپنے رب سے میرے لئے اس بات کا سوال کریں کہ قیامت کے دن وہ مجھ کو حکم دے کہ میں پل صراط پر اپنے پر بچھا دوں اور آپ کی امت اس کے اوپر سے گذر جائے حضور اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا بارک اللّٰہ لک یا جبرائیل اے جبرائیل اللہ تمہیں برکت دے۔ پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ندا آئی کہ محمد صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کو دریائے نور میں غوطہ دے، جبرائیل علیہ السلام نے آپ کو غوطہ دیا اس غوطہ سے آپ ستر ہزار پردوں کو چھوڑ کر ان کے آگے نکل گئے ان پردوں میں سے ہر پردے کا موٹا پا پانچ سو سال کی راہ کے برابر تھا۔ یہاں تک کہ آپ سونے کے عرش تک پہنچے وہاں ایک فرشتہ نمودار ہوا آپ کو موتیوں کے حجاب تک پہنچایا، فرشتہ نے اس حجاب کو ہلایا حجاب کے پردے سے صدا آئی کون ہے یہ فرشتے نے جواب دیا کہ فراش المذاہب کا فرشتہ ہوں اور میرے ساتھ حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں، اس حجاب کے فرشتے نے کہا اللہ اکبر پھر اس حجاب کے نیچے سے ہاتھ نکالا اور مجھ کو اٹھایا اور اپنے سامنے بٹھایا اسی طرح میں ایک حجاب سے دوسرے حجاب کی طرف منتقل کرتا رہا، یہاں تک

کہ میں نے ستر ہزار حجاب سے تجاوز کیا ان میں سے ہر حجاب کا موٹا پا پانچ سو سال کی راہ کے برابر تھا اس کے بعد میں نور ابیض کے دریا پر پہنچا وہاں ایک فرشتہ تھا، اگر کوئی پرندہ اس کے ایک کاندھے سے پانچ سو سال از تار ہے تو پھر بھی وہ اس کے دوسرے کاندھے تک نہ پہنچے، اس کے بعد مجھ کو آگے چلایا گیا، میں ایک نور احمر کے دریا تک پہنچا اس کے کنارے پر بھی ایک فرشتہ تھا وہ فرشتہ اتنا بڑا تھا، کہ اگر اللہ تعالیٰ اس کو یہ حکم دے کہ زمین و آسمان کو نگل جا تو نگل جائے، پھر رفرف مجھ کو لیکر آگے گیا۔

جبرائیل علیہ السلام الوداع:

اس وقت اس فرشتہ نے پس پردہ سے ہاتھ باہر کر کے مع براق اٹھا لیا اور حضرت جبرائیل علیہ السلام وہیں ٹھہر گئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے جبرائیل آپ مجھے اس جگہ کیوں چھوڑتے ہو تو حضرت جبرائیل نے عرض کی میں کیا کروں مجھے آگے پرواز کرنے کی طاقت نہیں ہے اس لئے کہ وَمَا مِنَّا إِلَّا لَهُ مَقَامٌ مَعْلُومٌ اور ہم سب فرشتوں سے کوئی ایسا فرشتہ نہیں جس کا خاص مقام معلوم نہ ہو کہ اس کے آگے ہم کو تجاوز کا حق نہیں، یہاں بھی آپ کی بدولت آ گیا، ورنہ میرا اصلی مقام وہ ہے جسے سدرۃ المنتہیٰ پر ملاحظہ فرمایا تھا جو کہ بہت دور رہ گیا ہے، اس وقت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہاتھ مبارک سے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو قابو کر کے ایک قدم چلے، کہتے ہیں: خدا تعالیٰ کی ہیبت اور اس کے جلال سے حضرت جبرائیل علیہ السلام چڑیا کے برابر ہو گئے لرزہ براندام اور آبدیدہ ہو کر عرض کیا: لو دلوت انملة لا حترقت بالی (مشکوۃ شریف) اگر انگلی کے پور کی مقدار بھی قریب ہوں تو میرے پر جل جائیں گے۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ فرمایا اور ایک اشارہ میں اس کو مقام پر پہنچا دیا روایت ہے کہ اس ایک قدم میں پانچ سو سال کی راہ طے ہو چکی تھی۔ (معارج النبوت صفحہ ۵)

جبرائیل امین علیہ السلام خادم دربار:

ہر شے کی تخلیق کی کوئی نہ کوئی غرض وغایت ہے جبرائیل علیہ السلام کی تخلیق کی غرض وغایت یہی ہے کہ وہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت بجالائیں۔ اس کی تفصیل راقم الحروف نے رسالہ ہذا میں قدرے بیان کی ہے۔

خدمات جبرائیل علیہ السلام

معرکہ بدر:

☆ امام بخاری حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی ہیں کہ بدر کی لڑائی میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ھذا جبریل اخذ برأسہ فرس علیہ اداۃ الحرب ۔ (خصائص الکبریٰ جلد ا صفحہ ۲۰۰) یہ جبرائیل ہیں اپنے گھوڑے کی لگامیں پکڑے ہوئے ہیں ان کے ساتھ جنگ کا پورا سامان ہے۔

☆ ابویعلیٰ وحاکم وبیہقی علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روای ہیں وہ فرماتے ہیں: کہ جنگ بدر میں تین مرتبہ سخت آندھی آئی ایسی آندھی میں نے کبھی نہ دیکھی، پہلی آندھی جبرائیل تھے جو ایک لاکھ ملائکہ کے ہمراہ آئے اور حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ کھڑے ہوگئے، دوسری آندھی میکائیل تھے جو ایک ہزار ملائکہ کی فوج کے ساتھ آئے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بائیں طرف کھڑے ہوگئے اور تیسری آندھی "اسرافیل نزل بالف من الملائکۃ عن میسرۃ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم" (خصائص جلد ا صفحہ ۲۰۱)

اسرافیل تھے جو ایک ہزار فرشتوں کے ساتھ تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے میسرہ بنے۔

☆ امام بیہقی ربیع سے راوی ہیں حضرت انس نے فرمایا جنگ بدر میں جن کافروں کو ملائکہ نے قتل کیا ان کو ہم اس طرح جانتے ہیں "ممن قتلوھم بضرب فوق ضربھم "جن کو فرشتے قتل کرتے تھے ان کی ضرب سے پہلے وہ کافر مرچکے ہوتے تھے۔

تصرفات جبرائیل علیہ السلام :

حضرت جبرائیل امین کے چھ سو پر ہیں جیسا کہ احادیث مبارکہ میں ہے اور قرآن کریم میں لَقَوْلُ رَسُوْلٍ کَرِیْمٍ (یہ عزت والے رسول کا پڑھنا ہے) سے جبرائیل علیہ السلام مراد ہیں، آپ نے قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی جانب سے پڑھا ہے، بیہقی نے کہا یہ جائز نہیں کہ کہا جائے یہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کا قول ہے اگرچہ آپ بھی عزت والے رسول صلی اللہ تعالی علیہ وسلم ہیں اس لئے کفار کے اس مقالہ کے رد و تکذیب میں یہ آیت نازل ہوئی۔ جنہوں نے کہا تھا کہ یہ قرآن نبی پاک صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے از خود فرمایا اللہ تعالیٰ نے ان کے رد میں فرمایا کہ اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ کَرِیْمٍ اور جبرائیل علیہ السلام کو امین اس لئے فرمایا کہ وحی کے امین ہیں بلکہ حقیقت یہ کہ قول (قرآن) اللہ تعالیٰ کا ہی تو ہے لیکن اسے جبرائیل علیہ السلام کی طرف منسوب کرنا اس لئے ہے کہ اسے (قرآن کو) وہی لے کر آئے ہیں، اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس معنی پر اس کا اسناد جبرائیل علیہ السلام کی طرف باعتبار سبب ظاہری انزال وایصال کے ہے، جس پر یہ دلیل قوی موجود ہے کہ رسول سے حضرت جبرائیل علیہ السلام مراد ہیں وہ یہ کہ بعد کو فرمایا وہ بڑی قوت والا ہے وغیرہ وغیرہ۔ جو تمام صفات صرف اور صرف جبرائیل علیہ السلام کی ہیں یعنی قرآن کریم لانے والا وہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے انبیاء کی طرف اور وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک معزز و معظم ہے ایسے ہی لوگوں کے نزدیک بھی کیونکہ وہ افضل العطایا

لاتا ہے یعنی معرفت وہدایت اور وہ اہل ایمان پر مہربان اور کفار پر اور اعدا پر قہر برساتا ہے۔
ذی قوۃ (قوت والا ہے) یعنی سخت قوت والا، جیسے ان کے لئے فرمایا ہے شدید القوی جس
امر کے لئے انہیں مقرر کیا جائے اس پر بڑی قوت رکھتا ہے، کسی سے عاجز ہوتے ہیں نہ
کمزور

جبریلی قوت وطاقت:

حضور نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے حضرت جبرائیل علیہ السلام سے فرمایا کہ اللہ تعالی نے تمہاری قوت بیان فرمائی مجھے کچھ نمونے سنایئے۔ عرض کی کہ میں نے لوط علیہ السلام کی چار بستیاں پانی کی تہ سے اپنے پروں کے اگلے حصے سے اٹھائیں آسمان تک لے گیا جن کے کتوں کے بھونکنے اور مرغوں کی آواز آسمان والوں نے سنی پھر میں نے انہیں الٹ دیا۔ (جن کی تفصیل قرآن کریم میں ہے)

ثمود کی قوم کا انجام:

حضرت جبرائیل علیہ السلام کی قوت تھی کہ ثمود کی قوم پر صبح کے وقت ایک چیخ ماری تو سب کے سب گھٹنوں کے بل زمین پر ڈھیر ہو گئے۔

جبرائیل علیہ السلام کی پرواز:

سیدنا جبرائیل علیہ السلام آسمان سے زمین پر، پھر زمین سے آسمان پر آنکھ جھپکنے سے پہلے آ جاتے ہیں۔

شیطان کو ہندوستان دھکیل دیا:

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے شیطان کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارد گرد پھرتا دیکھا (یہ وہ شیطان ہے جو انبیاء کرام کے درپے آزار رہتا ہے) اسے

ایک معمولی سا دھکا دیا تو مکہ معظمہ سے ہندوستان کے آخری کونے میں جا گرا۔ اسی شیطان کو عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ باتیں کرتا دیکھ کر اسے پھونک ماری تو اُسے بیت المقدس سے ہندوستان کے آخری کونے کے جبل (پہاڑ) پر پہنچا دیا۔ (روح البیان پارہ ۳۰ صفحہ ۱۴۸)

کعبہ شریف تک پہاڑ الٹ دیئے:

عن الخليل بن عبدالله الا زدى عن رجل من الانصار ان رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم رهطا على زوايا المسجد ليعدل القبلة فاتاه جبرائيل فقال ضع القبلة وانت تنظر الى الكعبة ثم قال بيده هكذا فا ام كل جبال فوضع القبلة وهو ينظر الى الكعبة لا يحول دون نظر شئى فلما فرغ قال جبريل هكذا فاعاد لا جبال والشجر والا شياء على حالها وصارت قبلة الى المزاب (مدينة الرسول فى خلاصة الوفا صفحہ ۱۵۶ جلد دوم)

خلیل بن عبداللہ ازدی انصار کے ایک آدمی سے راوی ہیں، کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک جماعت سے فرمایا مسجد کی سمت قبلہ متعین کرے، تو جبریل علیہ السلام حاضر ہوئے اور عرض کی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ سمت متعین کریں آپ کعبہ تو دیکھ رہے ہیں، پھر ہاتھ کے اشارہ سے درمیان سے پہاڑ، اشجار اور جملہ اشیاء ہٹا دیئے جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تعین سمت قبلہ سے فارغ ہوئے تو جبرائیل علیہ السلام نے پہاڑ، اشجار اور جملہ اشیاء اپنی حالت پر لوٹائے اور آپ کا قبلہ میزاب رحمت کے مطابق متعین ہوا۔

کمالات جبرائیل علیہ السلام:

حضرت جبرائیل علیہ السلام معمولی فرشتہ نہیں، بلکہ آپ جملہ ملائکہ کرام

علیہم السلام کے صدر اور سردار ہیں، بہت بڑے تصرفات کے مالک ہیں، ان کے کمالات وتصرفات فقیر نے رسالہ تعارف جبرائیل علیہ السلام میں جمع کئے ہیں۔ یہاں ایک نمونہ ملاحظہ ہوتا کہ یقین ہو جن کے خادم کا یہ عالم ہے، مخدوم کا عالم کیا ہوگا۔

بنی اسرائیل میں سامری نام کا ایک سنار تھا۔ یہ قبیلہ سامرہ کی طرف منسوب تھا اور یہ قبیلہ گائے کی شکل کے بت کا پجاری تھا۔ سامری جب بنی اسرائیل کی قوم میں آیا تو ان کے ساتھ بظاہر یہ بھی مسلمان ہوگیا، مگر دل میں گائے کی پوجا کی محبت رکھتا تھا۔ چنانچہ جب بنی اسرائیل دریا سے پار ہوئے اور بنی اسرائیل نے ایک بت پرست قوم کو دیکھ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اپنے لئے بھی ایک بت کی طرح کا خدا بنانے کی درخواست کی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام اس بات پر ناراض ہوئے، سامری موقعہ کی تلاش میں رہنے لگا۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جب تورات لانے کے لئے کوہ طور پر گئے تو موقعہ پا کر سامری نے بہت سا زیور پگھلا کر سونا جمع کیا اور اس سے ایک گائے کا بت تیار کیا اور پھر اس نے کچھ خاک اس گائے کے بت میں ڈالی تو وہ گائے کے بچھڑے کی طرح بولنے لگا اور اس میں جان پیدا ہوگئی، سامری نے بنی اسرائیل میں اس بچھڑے کی پوجا شروع کرادی اور بنی اسرائیل اس بچھڑے کے پجاری بن گئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کوہ طور سے واپس تشریف لائے تو قوم کا یہ حال دیکھ کر بڑے غصے میں آگئے اور سامری سے پوچھا کہ یہ تم نے کیا کیا؟ سامری نے بتایا کہ میں نے دریا سے پار ہوتے وقت جبرائیل علیہ السلام کو گھوڑے پر سوار دیکھا تھا۔ میں نے دیکھا کہ جبرائیل کے گھوڑے کے قدم جس جگہ پر پڑتے ہیں وہاں سبزہ اگ آتا ہے۔ میں نے اس گھوڑے کے قدم کی جگہ سے کچھ خاک اٹھائی اور وہ خاک میں نے بچھڑے کے بت میں ڈال دی تو یہ زندہ ہوگیا اور مجھے یہی بات اچھی لگی، میں نے جو کچھ کیا اچھا کیا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے

فرمایا۔ اچھا جا تو دور ہو جا، اب اس دنیا میں تیری سزا یہ ہے کہ تو ہر ایک سے یہ کہے گا کہ مجھے چھو نہ جانا، یعنی تیرا یہ حال ہو جائے گا کہ تو کسی شخص کو اپنے قریب نہ آنے دے گا، چنانچہ اس کا واقعی یہ حال ہو گیا کہ جو کوئی اس سے چھو جاتا تو اس چھونے والے کو اور سامری کو بھی سخت بخار ہو جاتا اور انہیں بڑی تکلیف ہوتی۔ اس لئے سامری چیخ چیخ کر لوگوں سے کہتا پھرتا کہ میرے ساتھ کوئی نہ لگے اور لوگ بھی اس سے اجتناب کرتے تاکہ اس سے لگ کر بخار میں مبتلا نہ ہو جائیں۔ اس دنیا کے عذاب میں گرفتار ہو کر سامری بالکل تنہا رہ گیا اور جنگل میں چلا گیا اور بڑا ذلیل ہو کر مرا۔

(روح البیان صفحہ ۵۹۹ جلد ۲ زیر آیت فَقَبَضْتُ قَبْضَةً ۹۶)

فائدہ:

جبریل کے گھوڑے کے قدموں کی یہ شان ہے کہ جہاں وہ پڑ جاتے ہیں، وہاں سبزہ اگ آتا ہے، گویا اس مٹی میں زندگی پیدا ہو جاتی ہے، ایسے قدموں والا گھوڑا وہ ہے جو جبریل کی سواری کے لئے پیدا کیا گیا ہے اور جبریل وہ ہیں جو سرور عالم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی خدمت گذاری کے لئے پیدا کئے گئے ہیں، گویا یہ ساری برکتیں حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی ہیں۔

حاضری جبریل علیہ السلام:

حضرت جبریل علیہ السلام انبیاء علیہم السلام کی خدمت میں حاضر ہوتے رہے، چنانچہ آدم علیہ السلام کے ہاں بارہ مرتبہ حضرت ادریس علیہ السلام کے ہاں چار مرتبہ حضرت نوح علیہ السلام کے ہاں پچاس مرتبہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ہاں بیالیس مرتبہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہاں ایک سو چار مرتبہ اور حضرت عیسیٰ علیہ

السلام پر دو مرتبہ نازل ہوئے۔ سرکار مدینہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی خدمت میں چوبیس ہزار مرتبہ بروایت دیگر چھبیس ہزار مرتبہ حاضر ہوئے، حالانکہ ان حضرات کی لمبی عمر یں تھیں اور حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی عمر شریف صرف تریسٹھ برس تھی۔ اس کے باوجود آپ کی خدمت میں سب سے زیادہ حاضر ہوئے۔ (اتقان وغیرہ)

فائدہ: بار بار حاضری کا سبب آیات قرآنی پیش کرنے کے علاوہ اور بھی امور تھے جن کی خدمات حضرت جبریل علیہ السلام نے انجام دیں۔ اسی لئے کیا خوب فرمایا۔

بے لقائے یاراں کو چین آ جاتا اگر　　　بار بار آتے نہ یوں جبریل سدرہ چھوڑ کر

جبریل علیہ السلام کی عمر:

ایک دفعہ حضور اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے پوچھا کہ تمہاری عمر کتنی ہے؟ عرض کی اتنا مجھے معلوم ہے کہ چوتھے حجاب میں ایک نورانی ستارہ ستر ہزار سال کے بعد طلوع ہوتا ہے میں نے اسے بہتر ہزار بار دیکھا ہے، آپ نے فرمایا:

"وعزۃ ربی انا ذلک الکوکب"

میرے رب کی عزت کی قسم! میں ہی وہ نورانی تارہ ہوں۔

(جواہر البحار، تاریخ خمیس، سیرت حلبی وغیرہ)

فائدہ: اتنی بڑی عمر اور خدمت رسول صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کیا ہی اعلیٰ اعزاز اور اونچا کرام ہے۔

زہے عزت و اعتلائے محمد　　　کہ ہے عرش حق زیر پائے محمد (ﷺ)

پائے جبریل نے سرکار سے کیا کیا القاب　　　خسرو خیل ملک خادم سلطان عرب

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ اللہ تعالی نے سب سے پہلے جبریل سے بھی

پہلے نورِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پیدا فرمایا اور کون اندازہ لگائے کہ کتنی مدت خاص اپنے پاس رکھا اور سب نبیوں کے بعد دنیا میں مبعوث فرمایا۔ غور فرمایئے اتنی مدت حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے رب کے پاس رہے۔ رب العزت نے اپنے محبوب کو کیا کیا نہ سکھایا پڑھایا اور عطا فرمایا ہوگا۔ حاجی امداد اللہ مہاجر صاحب نے کیا خوب کہا۔

سیکھے حق سے رہے سارے علوم حکمت ــــ یاں کے آنے میں نہ تھی شادی کی تاخیر عبث

نور احمد سے منور ہے دو عالم دیکھو ــــ دیکھتے ہو مہ و خورشید کی تنویر عبث

تخلیق کائنات کی علت غائی اس کے بارے میں خود خدا فرماتا ہے۔

لَوْلَاکَ لَمَا اَظْهَرْتُ الرُّبُوْبِیَّۃَ (مکتوبات امام ربانی صفحہ ۲۳۲ جلد ۳)

میرے محبوب! اگر تم نہ ہوتے تو میں اپنی ربوبیت ظاہر نہ فرماتا۔

یہ حدیث قدسی حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ نے مکتوبات شریف میں درج فرمائی ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ خدا تعالیٰ کی ربوبیت کے اظہار کے لئے سارے عالموں سے پہلے رحمۃ للعالمین کو پیدا فرمایا گیا۔

ترا قد مبارک گلبن رحمت کی ڈالی ہے ــــ تجھے بو کر بنا اللہ نے رحمت کی ڈالی ہے

فائدہ:

ایسے بہت بڑی شان والے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت کے لئے بھی بہت بڑی شان والا فرشتہ حضرت جبریل علیہ السلام کو مقرر فرمایا۔ اس موضوع کو موثق کرلیں احادیث لولاک سے اور حدیث لولاک معناً صحیح ہے۔ تحقیق کے لئے دیکھئے فقیر کا رسالہ "شرح حدیث لولاک"

خدمات جبریل علیہ السلام تخلیق کے بعد

مروی ہے کہ خواجہ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت جبریل علیہ السلام کو نہایت حسین پیدا کیا اور ان کو ایسے چھ سو پر دیئے جن میں ہر ایک کی درازی مشرق سے مغرب تک تھی۔ پھر جبریل علیہ السلام نے اپنے آپ کو دیکھ کر کہا اے اللہ کیا تو نے مجھ سے زیادہ بھی کسی کو حسین پیدا کیا ہے ارشاد ہوا نہیں۔ اس وقت جبریل علیہ السلام نے دو رکعت نماز شکرانہ کی پڑھی۔ اور ہر رکعت میں بیس بیس ہزار برس کا قیام کیا۔ جب وہ نماز پڑھ چکے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے جبریل تو نے میری عبادت ایسی کی کہ اب تک مثل اس کے کسی نے عبادت نہیں کی تھی۔ لیکن آخر زمانے میں میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی امت نماز پڑھے گی جو بہت ضعیف اور گنہگار ہوگی سہو اور نقصان اور طرح طرح کے افکار اور گناہ کے ساتھ بہت جلد نماز پڑھے گی، مجھے اپنی عزت وجلال کی قسم ہے کہ ان کی دو نماز تمہاری اس نماز سے زیادہ افضل ہے اس لئے ان کی نماز میرے حکم سے ہے اور تمہاری نماز بے حکم کے ہے۔ جبریل علیہ السلام نے پوچھا اے اللہ تو ان کو اس نماز کے بدلے میں کیا دیگا۔ حکم ہوا میں انہیں جنت دوں گا حضرت جبریل علیہ السلام نے جنت دیکھنے کی خواہش ظاہر کی۔ حکم ہوا اچھا دیکھو پھر حضرت جبریل علیہ السلام جنت میں آئے اور ہر طرف اڑ کر سیر کرنے لگے۔ اڑتے وقت جب وہ اپنے پروں کو کھولتے تھے تو تین ہزار سال کا راستہ طے کرتے تھے اور جب پروں کو بند کرتے تھے تو بھی اتنا ہی فاصلہ طے ہوتا تھا۔ اسی طرح برابر تین سو برس اڑتے رہے۔ آخر جبرائیل علیہ السلام تھک کر ایک درخت کے نیچے اتر کر سجدہ کیا اور سجدہ میں عرض کیا۔ اے اللہ کیا میں نصف یا تہائی یا چوتھائی جنت تک پہنچ گیا۔ ارشاد ہوا اے جبریل اگر میں اتنی ہی قوت اور دوں اور اتنے ہی پر اور عطا کردوں اور پھر تو تین سو برس تک

ادا کرے تو پھر بھی جنت کے دسویں حصے تک نہیں پہنچ سکتا۔ جتنا میں نے امت محمدی کو دو رکعت نماز کے عوض میں دیا ہے ان کی نمازوں میں سے۔

(مرآۃ الواعظین صفحہ ۷ جلد ۱)

فائدہ: اس سے جبرئیل علیہ السلام کو دکھایا گیا کہ جس آقا علیہ السلام نے انہیں خادم بنایا گیا ہے ان کی امت کی یہ شان ہے تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کیا رفعت و شان ہوگی۔

حضرت جبرئیل علیہ السلام نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے وزیر (خادم)

ایک دن حضور سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: لی اربعة وزرا وزیرای فی السماء ووزیرای فی الارض اما وزیرای فی السماء فجبرائیل ومیکائیل ووزیرای فی الارض فابوبکر وعمر (مشکوٰۃ شریف ۵۵۲)

میرے چار وزیر ہیں دو آسمان میں اور دو زمین پر۔ آسمان میں جو میرے دو وزیر ہیں ان میں ایک جبرائیل اور دوسرا میکائیل ہے۔

فائدہ: حدیث پاک میں بتایا گیا ہے کہ نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چار وزیر ہیں، یہ سب کو معلوم ہے، یہ وزیر بادشاہوں کے ہوتے ہیں، ثابت ہوا کہ نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عالمین کے بادشاہ اور حاکم ہیں۔ آسمان حضور کی وسیع سلطنت کے دو صوبے ہیں۔ شب معراج حضور اپنی ہی سلطنت کے ایک صوبہ میں تشریف لے گئے۔ وزیر ہمیشہ بااختیار ہوا کرتے ہیں۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ کوئی وزیر بھی ہو اور بے اختیار بھی ہو۔ اگر وزیر کو کوئی اختیار حاصل نہ ہو تو وہ وزیر کیسا؟ آج کل جو لوگ لاکھوں روپیہ خرچ کر کے ممبر اور پھر وزیر بننا چاہتے ہیں کیا وہ لاکھوں روپیہ اس لئے خرچ کرتے ہیں کہ وہ بے اختیار ہو جائیں؟ معلوم ہوا کہ وزیر بااختیار ہوتا ہے پھر جس حاکم کے وزیر بااختیار ہوں وہ

حاکم خود کیوں با اختیار نہ ہوگا ؟

مگر مولوی اسمٰعیل دہلوی (دیو بندی اور غیر مقلدین کے معتمد) کی منطق نرالی ہے۔ وہ لکھتے ہیں۔ جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں۔ (تقویۃ الایمان صفحہ ۴۷)

گویا جس بادشاہ کے وزیر تو با اختیار ہیں۔ وہ بادشاہ خود کسی چیز کا مختار نہیں۔

۔ چہ بے خبر ز مقام محمد عربی ست۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حاکم ہیں ہمارے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خدا نے حاکم مقرر فرمایا ہے۔ چنانچہ اللہ رب العزت سورۃ النساء کی آیت ۶۵ میں ارشاد فرماتا ہے۔

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ

اے محبوب! تمہارے رب کی قسم وہ مسلمان نہ ہوں گے جب تک
اپنے آپس کے جھگڑے میں تمہیں حاکم نہ بنائیں۔

دیکھئے اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے کہ لوگ اس وقت تک مسلمان نہ ہوں گے، جب تک تمہیں اپنا حاکم نہ مانیں گے، گویا وہ اللہ کو بھی مان لیں، جنت و دوزخ کو بھی مان لیں قیامت پر بھی ایمان لے آئیں مگر حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اگر حاکم نہ مانیں گے تو وہ مسلمان ہرگز نہ ہوں گے۔ حضور علیہ السلام کو حاکم ماننا مسلمان ہونے کے لئے ضروری ہے اور ظاہر ہے کہ حاکم بے اختیار نہیں ہوتا۔ ملک کا سربراہ حاکم ہوتا ہے اور سارے ملک پر اُسے اختیار حاصل ہوتا ہے۔ کیا کبھی آپ نے سنا کہ فلاں صاحب ضلع کے ڈی سی ہیں مگر اختیار انہیں کسی بات کا نہیں۔ یا تو اسے ڈی سی نہ کہیے یا پھر اُسے سارے ضلع کا مختار مانیے۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یا تو ساری کائنات کا رسول و حاکم نہ کہیے یا پھر انہیں ساری کائنات کا مختار مانیے۔ حاکم نہ مانیے تو ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھئے اور حاکم مانیے تو انہیں با اختیار مانیے۔

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مختار بھی ہیں

ثابت ہوا کہ ہمارے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ساری کائنات کے رسول بھی ہیں اور حاکم بھی۔ یعنی ساری کائنات پر آپ کو اختیار حاصل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اختیار عطا فرما کر انہیں حاکم بنایا ہے۔ آپ اپنے اختیار سے جو چاہیں حکم فرمائیں۔ ہمیں آپ کے حکم کی تعمیل کرنا پڑے گی۔ آپ صاحب شریعت ہیں۔ آپ کی زبان انور سے جو حکم ہو جائے وہی شریعت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ اختیار دے دیا ہے کہ آپ جس چیز کو چاہیں واجب کر دیں جسے چاہیں ناجائز کر دیں۔ چنانچہ اللہ رب العزت نے سورۃ الاعراف آیت ۱۵۷ میں فرمایا کہ:۔

يَأْمُرُهُم بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ

(وہ رسول) انہیں بھلائی کا حکم دیگا۔ برائی سے منع کرے گا ستھری چیزیں ان کے لئے حلال کرے گا اور گندی چیزیں ان پر حرام کرے گا۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے تحلیل و تحریم کی نسبت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف کی ہے کہ ستھری چیزوں کو وہ حلال فرماتے ہیں اور گندی چیزوں کو حرام کرنے والے حضور ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں جن چیزوں کو حرام فرمایا ہے وہ یہ ہیں۔

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنزِيرِ وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللَّهِ بِهِ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيحَةُ وَمَا أَكَلَ السَّبُعُ إِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ

تم پر حرام ہے مردار اور خون اور سور کا گوشت اور وہ جس سے ذبح میں غیر خدا کا نام پکارا گیا۔ اور جو گر کر مرا اور جسے کسی جانور نے سینگ مارا اور جسے کوئی درندہ کھا گیا مگر جسے تم ذبح کر لو اور جسے تھان پر ذبح کیا گیا۔

قرآن مجید کی حرام کردہ چیزوں کی اس فہرست میں دیکھ لیجئے کہیں کتے کا ذکر نہیں آیا کہ وہ بھی

حرام ہے۔ گدھے، گیدڑ، بھیڑیے، شیر، ریچھ، بلے، سانپ، بچھو اس کے علاوہ بول و براز وغیرہ کسی چیز کا بھی تو نام نہیں آیا، نہ صرف اسی مقام پر بلکہ قرآن پاک سارا پڑھ جائیے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں کسی مقام پر بھی تو ان چیزوں میں سے کسی چیز کو حرام نہیں فرمایا۔ پھر کیا ان سب گندی چیزوں کا استعمال جائز ہے؟ نہیں اور ہرگز نہیں، کیوں؟ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ ہی نے سورۃ الحشر آیت ۷ میں حکم فرمایا ہے کہ

وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا

اور جو کچھ تمہیں رسول عطا فرمائیں وہ لو اور جس سے منع فرمائیں باز رہو

یعنی میری (اللہ کی) بیان فرمودہ حرام چیزوں کے علاوہ کون کونسی چیز حرام ہے اور کون کونسی حلال؟ یہ تفصیل میرے رسول سے پوچھو اس لئے کہ میں نے اپنے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس شان سے مبعوث فرمایا ہے کہ وہ سورۃ الاعراف آیت ۱۵۷ میں ہے

يُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ

کے مطابق پاک اور ستھری چیزیں حلال فرماتا اور ناپاک وگندی چیزیں حرام فرماتا ہے چنانچہ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خود بھی فرمایا کہ:

اَلَا اِنِّیْ اُوْتِیْتُ الْقُرْاٰنَ وَمِثْلَهٗ مَعَهٗ اَلَا یُوْشِکُ رَجُلٌ شَبْعَانُ عَلٰی اَرِیْکَتِهٖ یَقُوْلُ عَلَیْکُمْ بِهٰذَا الْقُرْاٰنِ فَمَا وَجَدْتُّمْ فِیْهِ مِنْ حَلَالٍ فَاَحِلُّوْهُ وَمَا وَجَدْتُّمْ فِیْهِ مِنْ حَرَامٍ فَحَرِّمُوْهُ وَاِنَّ مَا حَرَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ کَمَا حَرَّمَ اللّٰهُ اَلَا لَا یَحِلُّ لَکُمُ الْحِمَارُ الْاَهْلِیُّ وَلَا کُلُّ ذِیْ نَابٍ مِّنَ السِّبَاعِ۔ (مشکوٰۃ شریف صفحہ ۲۹)

جان لو کہ مجھے قرآن دیا گیا ہے اور اس کے ساتھ اس کا مثل بھی (یعنی حدیث) خبردار عنقریب ایک پیٹ بھرا آدمی اپنی کرسی پر بیٹھے ہوئے کہے گا کہ تم صرف قرآن کو دیکھو۔ اس میں جس چیز کو حلال پاؤ اسے حلال سمجھو اور جس چیز کو حرام پاؤ اُسے حرام سمجھو۔ حالانکہ جس

چیز کو اللہ کا رسول حرام فرمادے وہ ایسے ہی حرام ہے جیسے اللہ نے اُسے حرام فرمادیا ہو۔ جان لو کہ تمہارے لئے پالتو گدھا حلال نہیں ہے اور نہ ہی کوئی کیل والا درندہ جانور۔

گدھے کتے، شیر، بلے وغیرہ درندے حضور علیہ السلام نے حرام کئے ہیں

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ گدھے، شیر، چیتے، بلے، کتے، بھیڑیے، چیل وغیرہ جملہ درندے جانور خدا نے قرآن میں حرام نہیں فرمائے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حدیث میں انہیں حرام فرمایا ہے۔ اب جو لوگ قرآن ہی کو حجت سمجھتے ہیں اور حدیث کے منکر ہیں اور جو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو شارع و مختار نہیں مانتے ان کو چاہیے کہ وہ ان جانوروں کا بھی گوشت کھایا کریں۔

گندی چیزوں کو بھی حضور علیہ السلام نے حرام کیا ہے

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب بیت الخلاء میں تشریف لے جاتے تو فرماتے:۔ "اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ"

اور قرآن میں خدا تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یہ شان بیان فرمائی کہ: یُحَرِّمُ عَلَیْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ وہ ناپاک وگندی چیزوں کو حرام فرماتا ہے۔

تو جو لوگ حدیث کے منکر اور حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے شارع و مختار ہونے کا انکار کرتے ہیں۔ انہیں ان "خبائث" کا بھی استعمال کرنا چاہیے۔ کروڑوں درود اور کروڑوں سلام اُس ذات گرامی پر جس نے اپنی امت کو پاک وصاف چیزیں کھلائیں۔ اور ناپاک وگندی چیزوں سے بچایا۔ آج دنیا میں ایسے لوگ بھی ہیں جو کتے بڑے شوق سے کھاتے ہیں، فلپائن میں جاکر دیکھ لیجئے، چین میں چوہے، سانپ اور مینڈک کھائے جاتے ہیں۔ دور نہ جایئے ہندوستان کے ہی ایک وزیر اعظم کو دیکھ لیجئے جو اپنا

پیشاب آپ پیتا رہا اور اخباروں میں دوسروں کو بھی تلقین کرتا رہا۔ کہ تم بھی اپنا پیشاب پیا کرو اس میں بڑی طاقت کے اجزا پائے جاتے ہیں۔ یہ احسان ہے سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ایک دنیا پر کہ نا پاک و گندی چیزوں سے بچایا اور پاک و ستھری چیزوں کو حلال فرمایا۔

حدیث پاک میں "وَمِثْلَهُ مَعَهُ" آیا ہے یعنی میں قرآن دیا گیا ہوں اور اس کے ساتھ اس کا مثل بھی۔ حدیث کو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قرآن کے مثل فرمایا ہے۔ حالانکہ قرآن کا دعویٰ یہ ہے کہ:

وَاِنْ كُنْتُمْ فِىْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ

یعنی اگر تمہیں اس کتاب قرآن پاک میں کوئی شک ہے تو اس کی مثل ایک سورۃ ہی بنا کر دکھاؤ۔"

خدا تو قرآن پاک کو بے مثل فرماتا ہے اور حضور حدیث پاک کو اس کی مثل بتا رہے ہیں بات دراصل یہ ہے کہ قرآن پاک فصاحت و بلاغت کے لحاظ سے بے مثل ہے۔ حضور نے جو حدیث کو مثل قرآن فرمایا ہے وہ فصاحت و بلاغت کے لحاظ سے نہیں فرمایا بلکہ اس لحاظ سے فرمایا کہ جیسے قرآن کے حلال و حرام سے کوئی چیز حلال ہو جاتی ہے اسی طرح حدیث کے حلال و حرام کرنے سے بھی کوئی چیز حلال و حرام ہو جاتی ہے۔ چنانچہ اسی حقیقت کو حدیث کے یہ الفاظ بیان کر رہے ہیں۔ اِنَّمَا حَرَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ كَمَا حَرَّمَ اللّٰهُ یعنی جس چیز کو اللہ کا رسول حرام فرما دے وہ ویسے ہی حرام ہے جیسے اللہ نے اُسے حرام فرما دیا ہو۔"

فائدہ: حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تصرف و اختیار کا دائرہ وسیع ہے۔ تفصیل کے لئے دیکھئے فقیر کی تصنیف "اظہار الکل لمختار الکل"

اختیار الکل کی دلیل

صرف ایک دلیل یہاں نقل کرنا مناسب سمجھتا ہوں۔ بخاری شریف میں روایت موجود ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

انما انا قاسم و اللہ یعطی   بیشک اللہ دیتا ہے اور میں تقسیم کرتا ہوں۔

فائدہ:۔ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس ارشاد مبارک سے ثابت ہوا کہ جو چیز اللہ تعالیٰ جس کسی کو عطا فرماتا ہے۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام سے تقسیم فرماتے ہیں۔ یعنی کائنات میں جس کسی کو جو کچھ ملتا ہے، خواہ دینی نعمت ہو یا دنیاوی یا اخروی، جسمی نعمت ہو یا روحانی اوّلین و آخرین سب کو حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دستِ کرامت سے ملتی ہے۔ آپ قاسم نعمائے الٰہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے خزانوں کے کنجی بردار ہیں۔ علماء کو علم، فقہا کو فقہ، اولیاء کو ولایت، شہداء کو شہادت، صابرین کو صبر، شجاعوں کو شجاعت، شاکرین کو شکر، امیر کو امیری، دولت مندوں کو دولت، حسینوں کو حسن، دنیا داروں کو دنیا، دینداروں کو دین، بادشاہوں کو بادشاہی، حاکموں کو حکومت، سرمایہ داروں کو سرمایہ، جاگیرداروں کو جاگیر حتیٰ کہ انبیاء کو نبوت اور رسولوں کو رسالت، عطا اللہ تعالیٰ نے کی ہے لیکن نبی مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وساطت و وسیلہ سے ہے کہ آپ تقسیم فرمانے والے ہیں۔ اور جو ملتا ہے وہ تقسیم کرنے والے کے ہاتھ سے ہی ملتا ہے۔ امام احمد رضا قدس سرہ نے کیا خوب فرمایا۔

کون دیتا ہے دینے کو منہ چاہیے   دینے والا ہے سچا ہمارا نبی

نکتہ: حدیث پاک میں یُعطِی کے متعلق ذکر نہیں کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ کیا دیتا ہے۔ اسی طرح "قاسم" کے متعلق بھی ذکر نہیں کیا گیا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیا تقسیم فرماتے ہیں اور فن بلاغت کا قاعدہ ہے کہ جہاں فعل و شبہ فعل کا متعلق (مفعول)

مذکور نہ ہو وہاں مراد عام ہوتی ہے تو حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز عطا فرماتا ہے اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر چیز تقسیم فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی عطائے عام سے کسی کو انکار نہیں اور بمطابق فرمانِ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تقسیم عام کا بھی اقرار کرنا پڑے گا انکار کی کوئی وجہ نہیں۔ کیونکہ ؎

قولِ حق قرآن ہے قولِ پیمبر ہے حدیث — اہلِ حق کے واسطے تقریر ہے دونوں کی ایک

اس نے بخشا دل تو اس نے دعوتِ اسلام دی — یہ نبی اور وہ خدا تدبیر ہے دونوں کی ایک

بخاری شریف صفحہ ۱۷۹ پر ارشادِ نبوی ہے۔ الی اعطیت مفاتیح خزائن الارض یعنی مجھے زمین کے خزانوں کی چابیاں عطا کی گئیں اور اسی بخاری صفحہ ۴۳۹ پر یہ بھی ارشاد موجود ہے۔ ما اعطیکم و لا امنعکم انما انا قاسم اضع حیث امرت یعنی جو کچھ میں تم کو دیتا ہوں اور جو کچھ میں تم سے روکتا ہوں وہ سب اللہ تعالیٰ کے حکم سے کرتا ہوں۔

اسی طرح مسلم شریف میں روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ربیعہ بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا سَلْ اور مطلق ارشاد فرمایا کسی چیز کی تخصیص نہیں فرمائی ان تصرفات کی روشنی میں محدثین کرام بیان فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے خزانے و نعمتیں نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دستِ کرامت میں تفویض فرمائے ہیں اور آپ کو یہ اختیار عطا فرمایا ہے کہ جس کو چاہیں، جو چاہیں، جتنا چاہیں، عطا فرمادیں۔ شرف الدین بوصیری علیہ الرحمہ قصیدہ بردہ شریف میں فرماتے ہیں ؎

فانّ من جودک الدنیا وضرتها

ومن علومک علم اللوح والقلم

بیشک آپ کے جود کا دنیا و آخرت ایک حصہ ہے اور آپ کے علوم میں لوح و قلم ایک قطرہ

جبرائیل علیہ السلام کا اعتراف غلامی

جب آیہ شریفہ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ نازل ہوئی تو حضور نے جبریل سے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ بنایا ہے میری رحمت میں سے تمہیں کیا حصہ ملا جبریل نے عرض کیا یارسول اللہ میں اپنے انجام وعاقبت کا خوف کرتا تھا، جب آپ پر قرآن نازل ہونا شروع ہوا اور مجھے سفیر وحی مقرر کیا گیا تو سورۃ التکویر میں اللہ تعالیٰ نے ذِیْ قُوَّةٍ عِنْدَ ذِی الْعَرْشِ مَكِیْنٍ مُّطَاعٍ ثَمَّ اَمِیْنٍ کہہ کر میری تعریف فرمائی " فـامنـت الـقـنـاء اللّٰه عزوجل علیٰ " پس اللہ عزوجل کے اس فرمان سے مجھے یقین ہوا کہ میرا انجام بہتر ہوگا، عزازیل کی طرح ذلیل وخوار نہ ہوں گا۔

فائدہ : اس میں جبریل علیہ السلام کا اعتراف ہے کہ اسے جوفضیلت وکرامت نصیب ہوئی ہے وہ حضور سرور کائنات صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم کا صدقہ اور آپ کے طفیل ہے

سلسلہ حاضری کا اجمالی بیان

حضور اکرم صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم ابھی شکم مادر میں جلوہ افروز تھے، جب سے جبریل امین نے بشارتوں کا سلسلہ شروع کردیا اور جب حضور اس خاکدان ارضی کو منور کرنے کے لئے تشریف لائے تو وہ فرشتوں کے بہت بڑے جلوس کے ساتھ خوشیاں منانے کے لئے اترے، اس کے بعد انہوں نے اس وقت آقائے دوعالم صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ملاقات فرمائی، جب حضور اکرم صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم بنوسعید کی بکریاں لیکر جنگل میں تنہائی کی خاطر تشریف لے جایا کرتے تھے اس وقت ابتدائی عمر شریف تھی اور پھر کئی سالوں تک یہ سلسلہ بند رہا اس کے بعد ہوسکتا ہے وقتاً فوقتاً تشریف لاتے رہے ہوں مگر غار حرا میں وہ جس دلنواز شان اور عظیم پیغام کے ساتھ آئے وہ بڑا اہم ہے اس کے بعد تو

تاستابندہ گیا اور پھر حضور کے صلی اللّٰہ علیہ وسلم دسال تک وہ بیشار مرتبہ آئے۔

جبریل علیہ السلام خواب میں

ایک مرتبہ نبی محترم صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم آرام فرمارہے تھے اتنے میں آپ نے ملاحظہ فرمایا دو شخص اوپر سے اترے ہیں ایک پائنتی کی طرف کھڑا ہو گیا اور ایک سرہانے، پھر ایک نے دوسرے سے کہا۔ یہ نبی اکرم صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں جو دعوت لے کر اٹھے ہیں اس کی کوئی مثال فرمایئے۔

دوسرا: اے آرام فرمانے والے محبوب! ذرا غور اور توجہ سے سنئے آپ کی اور آپ کی امت کی مثال ایک بادشاہ کی سی ہے جو ایک خوبصورت شہر آباد کرے اور اس میں بڑے خوشنما نظر افروز اور چمکدار محل بنائے اور اسے خوب سنوارے، پھر وہ ایک بہت وسیع پیانے پر دعوت کا انتظام کرے اور لوگوں کے پاس اپنے رسول بھیجے جو آ کر دعوت دیں، چنانچہ ان رسولوں کے ساتھ کچھ لوگ تو آجائیں اور کچھ لوگ بالکل توجہ نہ دیں، سنیے اللہ تعالیٰ وہ بادشاہ ہے اسلام وہ شہر ہے اور محل وہ جنت ہے اور اے محبوب! وہ رسول آپ ہیں، جس نے آپ کی دعوت قبول کی وہ شہر یعنی اسلام میں داخل ہو گیا اور اس میں آنے کے بعد وہ محل یعنی جنت میں داخل ہو گیا جہاں وہ دعوت کا سارا سامان موجود پائے گا۔

جبریل علیہ السلام بارگاہ نبوت میں

کبھی کبھی حضرت جبریل امین علیہ السلام عام انسانوں کی طرح دیہاتی شہری، مجاہد یا سائل کی صورت میں بھی بارگاہ نبوت صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم میں حاضری دیا کرتے تھے اور صحابہ کرام بھی انہیں دیکھ لیا کرتے تھے۔ کئی جنگوں میں وہ حضور اکرم صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دوش بدوش لڑتے بھی دیکھے گئے اور اس حیثیت

سے بھی کہ سر پر عمامہ بندھا ہوا ہے بڑی حسین وجمیل صورت ہے اور آکر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سوال وجواب شروع کردیا ہے۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں ہم بیٹھے ہوئے تھے اتنے میں کیا دیکھتے ہیں کہ ایک بڑا خوبصورت سفید پوش اور کالی زلفوں والا شخص آیا، جس کے چہرے کے سکون اور کپڑوں کی حالت سے سفر کے آثار نظر نہیں آتے تھے اور کوئی شخص اس سے متعارف بھی نہیں تھا۔ وہ حضور علیہ السلام کے سامنے بڑے ادب سے گھٹنے ٹیک کر بیٹھ گیا اور عرض کی مجھے اسلام کے متعلق کچھ پوچھنا ہے۔ آقائے دوعالم نے ارشاد فرمایا، اسلام یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی توحید اور میری رسالت کا اقرار کرو، نماز پڑھو، زکوٰۃ دو اور رمضان المبارک کے روزے رکھو اور اگر استطاعت ہو تو فریضہ حج ادا کرو۔ اس کے بعد اس نے ایمان اور احسان کے بارے میں سوال کیا اور حضور نے جواب دیا مگر جس چیز نے ہمیں محو حیرت کردیا وہ اس شخص کا یہ انداز تھا کہ جب آقا اسے کوئی چیز بتادیتے تھے تو وہ کہتا تھا کہ آپ درست فرمارہے ہیں۔ کچھ دیر ٹھہر کر جب وہ چلا گیا تو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بتایا وہ جبریل تھے جو تمہیں دین کے متعلق ضروری باتیں بتانے کے لئے آئے تھے۔

جبریل علیہ السلام کی عمر

یہ واقعات بخوبی بتاتے ہیں کہ جبریل علیہ السلام حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ساری عمر شریف کے سے واقف تھے اور ولادت سے لیکر وصال تک ساری زندگی ان کے سامنے تھی اس لئے خالق دوجہاں جل جلالہٗ اپنے محبوب کو جن اوصاف اور اچھے خصائل سے متصف کیا وہ سب جبریل کی نگاہوں میں تھے۔ انہیں حسن یوسف کی جھلک رخ محبوب میں نظر آتی تھی۔ مسیحائی عیسیٰ کا کرشمہ وہ محبوب کے دست اقدس میں

دیکھتے تھے جلال موسوی اور جمال ابراہیمی، گریہ یعقوبی اور عظمت سلیمانی کے تمام مناظر انہیں یکجا مسجد نبوی میں دکھائی دیتے تھے۔ لیکن ممکن ہے انہیں کبھی اپنی سدرہ نشینی کا خیال آگیا ہو اور وہ سمجھ بیٹھے ہوں کہ میرا مقام بہت بلند ہے، بلکہ کتب تواریخ سے اسی چیز کو توثیق ہوتی ہے اور ہوسکتا ہے کہ وہ اپنی عمر کی طویل مدت کو دیکھ کر بھی اس قسم کا کوئی نظریہ قائم کر بیٹھے ہوں چنانچہ اول تو قدرت نے اپنے محبوب کو سدرہ سے بھی اوپر بلا کر جبریل امین کو یہ دکھا دیا یہ زمین کے مکین دراصل "عرش نشین" ہیں اور دوسری طرف خود حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھی اپنے مقام کا اظہار فرمادیا اور اس کے لئے ایسا طریقہ اختیار فرمایا کہ خود جبریل بھی زبردست اور باعظمت ملک ہونے کے باوجود ایک لحظہ کے لئے ضرور بکے بکے رہ گئے ہوں گے۔ جبریل تمہاری عمر کتنی ہے؟ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دریافت فرمایا۔ حضور! میری عمر کا اندازہ آپ اس سے لگا سکتے ہیں میں حجاب چہارم میں ایک ستارہ ستر ہزار سال بعد دیکھا کرتا تھا اور میں نے اسے بہتر ہزار مرتبہ دیکھا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پھر پوچھا ذرا یہ تو بتاؤ جب سے ہم اس دنیا میں تشریف لائے ہیں کبھی اس ستارے کو دیکھا ہے؟ جبریل بولے جب سے حضور رونق افروز ہوئے ہیں میں نے اس روشن اور خوبصورت ستارے کی زیارت نہیں کی۔ سرکار علیہ السلام نے ارشاد فرمایا۔ اے جبریل سنو وعزۃ ربی جلالہ انا ذالک الکوکب (مجھے اپنے رب کے جلال وعزت کی قسم!) وہ ستارہ میں ہی ہوں۔

جبریل علیہ السلام ایک عاشق

جبریل علیہ السلام کی تمام خیال بندیاں زائل ہوگئی ہوں گی اور ان کے تصور میں یہ بات آگئی ہوگی کہ یہ ایسی بارگاہ ہے جس کی ہم پایہ کوئی بارگاہ دیکھی ہے اور نہ قیامت تک دیکھی جاسکتی ہے۔ ادب گاہیست زیر آسماں از عرش نازک تر

چنانچہ حضرت روح القدس جبریل امین علیہ السلام کی آنکھوں کے سامنے جب یہ حقیقت کھل گئی کہ ہماری لمبی عمر اور بلندی پر موجود ہونے کے باوجود معنوی لحاظ سے محبوب خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہم سے بھی اوپر تشریف لے جاسکتے ہیں اور جہاں ہمارے پر جلتے ہیں سرکار کی ہستی بلا تامل وہاں سے اپنی پرواز شروع کرتی ہے تو وہ آقا کی ادا، عظمت، محبوبیت اور جلالت شان پر دل و جان سے فریفتہ ہو گئے اور آپ کے اسم گرامی پر اس حد تک عاشق ہو گئے۔

امت مصطفیٰ کے لئے جبریل علیہ السلام کے پَر قربان

جبریل علیہ السلام نہ صرف حضور سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمات کے لئے خوش ہیں انہیں آپ کی امت کی خدمت کے لئے بھی راحت و فرحت ہے، جس کی تفصیل آگے آئے گی اس کا پس منظر یہ ہے کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کو نمرود نے جب آگ میں پھینکا تو جبریل فوراً حاضر ہوئے اور عرض کیا حضور اللہ سے کہیے آپ کو وہ اس آتشکدہ سے بچالے۔ آپ نے فرمایا اپنے جسم کے لئے اتنی بلند و بالا ہستی سے یہ معمولی سا سوال کروں۔ جبریل نے عرض کیا تو اپنے دل کے بچانے کے لئے ہی کہیے۔ فرمایا یہ دل اسی کے لئے ہے وہ اپنی چیز سے جو چاہے سلوک کرے۔ جبریل نے عرض کیا۔ حضور اتنی تیز آگ سے آپ ڈرتے کیوں نہیں؟ فرمایا اے جبریل! یہ آگ کس نے جلائی؟ جبریل نے جواب دیا نمرود نے۔ فرمایا اور نمرود کے دل میں یہ بات کس نے ڈالی؟ جبریل نے جواب دیا رب جلیل نے۔ خلیل نے فرمایا تو پھر ادھر حکم جلیل ہے تو ادھر رضائے خلیل ہے۔ (نزہۃ المجالس صفحہ ۲۰۴، جلد ۲)

فائدہ: نزہۃ المجالس کی اس روایت سے قبل یہ بھی ہے کہ نمرودیوں نے جب حضرت خلیل علیہ السلام کو منجنیق میں رکھ کر آگ میں پھینکنا چاہا تو زمین و آسمان اور فرشتے کانپ اٹھے

اور بارگاہ ایزدی میں عرض کرنے لگے الٰہی! یہ لوگ تیرے خلیل کو آگ میں ڈالنا چاہتے ہیں
جب کہ ان کے سوا زمین میں ایک شخص بھی تیری عبادت کرنے والا نہیں، ہمیں اجازت
دے تا کہ ہم ان کی مدد کریں۔ خدا نے فرمایا! وہ میرا خلیل ہے، اس کے سوا میرا کوئی خلیل
نہیں اور میں اس کا الٰہ ہوں، میرے سوا اس کا کوئی الٰہ نہیں، اگر وہ تم سے مدد چاہے تو اس کی
مدد کرو اور اگر وہ میرے سوا تم سے مدد نہ چاہے تو میرے اور میرے خلیل کے درمیان سے
ہٹ جاؤ، میں جانوں یا میرا خلیل پھر پانیوں کا فرشتہ حضرت خلیل کے پاس حاضر ہوا اور کہا
اگر آپ چاہیں تو میں پانی سے یہ ساری آگ بجھا دوں۔ پھر ہوا کا فرشتہ حاضر ہو کر عرض
کرنے لگا کہ اگر آپ فرمائیں تو میں یہ ساری آگ ہوا سے بکھیر دوں۔ حضرت خلیل نے
فرمایا۔ مجھ تم سے کوئی حاجت نہیں۔ میرا اللہ مجھے کافی ہے پھر جبریل حاضر ہوئے اور یہی
عرض کیا۔ کہ کوئی حاجت ہو تو فرمایئے۔ فرمایا تم سے کوئی حاجت نہیں۔ اس کے بعد جبریل
نے عرض کیا کہ حضور! پھر اللہ سے کہیے تو حضرت خلیل علیہ السلام نے وہ جواب دیا جو
حکایت کے شروع میں موجود ہے۔

مقام تسلیم ورضا

حضرت خلیل علیہ السلام تسلیم ورضا کے ایسے بلند مقام پر فائز تھے، جہاں ان
کی نظر صرف خدا کی رضا پر تھی۔ خدا کی مرضی کے سامنے ان کی اپنی کوئی مرضی تھی ہی نہیں
اسی لئے انہوں نے فرشتوں سے مدد چاہنے سے انکار کر دیا۔ اس سے یہ نہ سمجھ لینا چاہیے کہ
خدا کے سوا کسی مقبول بندے سے مدد چاہنا شرک ہے۔ اگر کوئی یوں سمجھ بیٹھے اور کہنے بھی
لگے تو ہم پوچھیں گے کہ کیا اس لئے شرک ہے کہ خدا کے مقبول بندے مدد کر نہیں سکتے۔ اگر
کہا جائے کہ ہاں! تو ہم پوچھیں گے کہ پھر فرشتوں نے کیا خدا سے جھوٹ کہا کہ الٰہی ہمیں
اجازت دے تا کہ ہم ان کی مدد کریں۔ پانی وہوا کے فرشتوں نے بھی حضرت خلیل سے

جھوٹ کہا کہ آپ چاہیں تو ہم یہ آگ پانی وہوا سے بجھا دیں اور جبریل نے بھی ایسے ہی کہہ دیا۔ کہ کوئی حاجت ہو تو فرمایئے۔ اگر وہ واقعی مدد نہیں کر سکتے تھے تو خدا تعالیٰ سے جب انہوں نے کہا الٰہی تو ہمیں اجازت دے تا کہ ہم ان کی مدد کریں خدا نے انہیں کیوں نہ فرمایا کہ تم کیسے مدد کر سکو گے، جب کہ تم مدد کر ہی نہیں سکتے، فرمایا تو یہ فرمایا کہ وہ اگر تم سے مدد چاہے تو اس کی مدد کرو۔ گویا خدا نے ظاہر فرمایا کہ میری عطا سے تم مدد کر تو سکتے ہو مگر میرا خلیل تم سے مدد چاہے گا نہیں، اسی طرح پانی وہوا کے فرشتوں کو بھی مدد کرنے کی خداداد طاقت تھی مگر خلیل علیہ السلام نے مدد چاہی ہی نہیں۔ جبریل امین کو بھی حاجت روائی کی خداداد طاقت تھی مگر حضرت خلیل نے ان سے بھی مدد چاہی ہی نہیں۔

اگر کہا جائے کہ وہ مدد کر تو سکتے ہیں، مگر ان سے مدد چاہنا شرک ہے تو ہم کہیں گے کہ فرشتوں نے خدا سے کیا اس امر کی اجازت طلب کی تھی کہ اللہ تو ہمیں حضرت خلیل سے شرک کا ارتکاب کرانے کی اجازت دے، اور پانی وہوا کے فرشتوں اور جبریل نے بھی حضرت خلیل سے شرک کا ارتکاب کرنے کی درخواست کی تھی (معاذ اللہ) بات دراصل یہ ہے کہ خدا کے مقبول بندوں میں مدد کرنے کی خداداد طاقت بھی تھی اور حضرت خلیل ان سے مدد چاہ بھی سکتے تھے مگر اس وقت وہ تسلیم ورضا کے ایسے بلند مقام پر فائز تھے کہ فرشتوں سے مدد چاہنے کو اس وقت وہ تسلیم ورضا کے خلاف سمجھ رہے تھے تو خود خدا سے بھی مدد طلب فرمانے کو وہ تسلیم ورضا کے منافی جانتے ہوئے یوں فرما رہے تھے کہ ۔

ادھر حکم جلیل ہے تو ادھر رضائے خلیل ہے

اسلام چیز کیا ہے خدا کے لئے فنا ترک رضائے خویش پئے مرضی خدا

ٹھہر گئے جبریل علیہ السلام

سیرت کی کتابوں میں ہے کہ شب معراج سدرۃ المنتہیٰ پر حضرت جبریل علیہ

السلام کے رُک جانے کا واقعہ مشہور اور ہر صاحب ذوق مسلمان شیخ سعدی علیہ الرحمہ کا یہ شعر پڑھتا سنتا ہے کہ جبریل علیہ السلام نے حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو گویا عرض کی ۔

اگر یکسر موئے برتر پرم فروغ تجلی بسوزد پرم

تفصیل اس کی یوں ہے کہ حبیب خدا علیہ التحیۃ والثناء پہلے آسمان پر آدم علیہ السلام، دوسرے پر یحییٰ و عیسیٰ علیہما السلام، چھٹے پر موسیٰ علیہ السلام اور ساتویں پر ابراہیم علیہ السلام سے ملاقات فرماتے ہوئے سدرہ پر تشریف فرما ہوئے وہاں پر جبریل بھی رُک گئے، اب جہاں پر جبریل جیسی ہستی بھی رُک جاتی ہے وہاں سے محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خصوصی سفر شروع ہوتا ہے کیا خوب کہا گیا۔ ۔

ہم بقدر خویش بجائے رسیدہ اند آنجا کہ جائے نیست تو آنجا رسیدہ

ترجمہ : دوسرے انبیاء علیہم السلام نے اپنی قدر و منزلت کے مطابق بہت بڑی پروازیں کیں لیکن جہاں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پہنچے وہاں کوئی نہیں پہنچ سکا۔

حاجت جبریل علیہ السلام

جب جبریل سدرہ پر رُک گئے آگے جانے سے معذوری کا اظہار کیا تو سرکار نے فرمایا "یا جبریل ھل لک من حاجۃ الی ربک" یعنی اے جبریل تم تو یہیں ٹھہر گئے اور ہم تو اپنے رب کے پاس جا رہے ہیں رب کے دربار میں یہ ہماری خصوصی حاضری ہے اگر کوئی حاجت پیش کرنا ہو تو کہو۔ جبریل نے عرض کیا! یہ درخواست منظور کرا دیجئے کہ "پل صراط" پر مجھے اپنے پر بچھانے کی اجازت مل جائے میں پل صراط پر پروں کو بچھا دوں اور آپ کی امت میرے پروں پر سے گذرتی ہوئی پل صراط کو عبور کرے۔ (مدارج، سیرت حلبی وغیرھما)

ابراہیم وجبریل علیہما السلام

اس مقام پر یہ بات بھی یاد رکھئے کہ جب ابراہیم علیہ السلام کو کافروں نے آگ میں ڈالا۔ اس وقت نور مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صلب ابراہیم میں جلوہ گر تھا اور جبریل نے حاضر ہو کر عرض کیا تھا "الک حـــاجة" (مرقاۃ) ابراہیم کچھ حاجت ہے۔ تو ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا تھا تم سے کوئی حاجت نہیں۔ اب معراج گویا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جبریل کی اس خدمت اور حاضر ہو کر الک حاجة کہنے کا انعام (بدلہ) عطا فرما رہے ہیں۔ کہ جبریل اُس وقت تو نے ہمارے جد امجد کی خدمت میں حاضر ہو کر" الک حاجة "عرض کیا تھا۔ (مرقاۃ شرح مشکوۃ)

اور اب ہم تم سے کہتے ہیں هل لک من حاجة ہماری یہ خاص حاضری ہے کہ کوئی حاجت ہو تو پیش کرو اور جبریل نے کیا اچھی حاجت پیش کی، وہ جانتے تھے کہ حضور کو اپنی امت سے بڑا پیار ہے، چنانچہ امت ہی کے متعلق اپنی حاجت کا اظہار کر کے سرکار کی خوشنودی حاصل کرنا چاہتے تھے۔ سرکار کی خوشنودی سے بڑھ کر اور ہو بھی کیا سکتا ہے۔ بہرحال جبریل کی حاجت برآئی۔

جبریل علیہ السلام کا بارگاہ رسالت میں آداب مریدانہ

بعض لوگوں نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جبریل علیہ السلام کے شاگرد تھے (معاذ اللہ) حالانکہ معاملہ اس کے برعکس ہے کہ جبریل علیہ السلام نہ صرف شاگرد بلکہ مرید ہیں، چنانچہ روایت ذیل سے ثابت ہوتا ہے، بخاری شریف میں ہے، حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، ایک روز ہم حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر

تھے کہ ایک آدمی ہمارے سامنے نمودار ہوئے۔ شَدِیْدُ بَیَاضِ الثِّیَابِ شَدِیْدُ سَوَادِ الشَّعْرِ جن کے کپڑے نہایت سفید اور بال نہایت کالے تھے۔ ان پر سفر کا کوئی نشان ظاہر نہ تھا اور ہم میں سے کوئی انہیں پہچانتا بھی نہ تھا حتیٰ کہ وہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس بیٹھ گئے اور اتنے قریب بیٹھے کہ اپنے دونوں گھٹنے حضور کے گھٹنوں شریف سے ملا دیئے اور اپنے دونوں ہاتھ اپنے دونوں زانوؤں پر رکھے جیسے نمازی التحیات میں دوزانو بیٹھتا ہے اور عرض کیا اے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مجھے بتایئے کہ اسلام کسے کہتے ہیں حضور نے فرمایا کہ اسلام یہ ہے کہ تم گواہی دو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں اور نماز قائم کرو۔ زکوٰۃ دو رمضان کے روزے رکھو۔ استطاعت ہو تو حج کرو۔ وہ شخص کہنے لگے۔ آپ نے سچ فرمایا! صحابہ کرام فرماتے ہیں ہمیں بڑا تعجب ہوا کہ یہ صاحب پوچھتے بھی ہیں اور تصدیق بھی کرتے ہیں جیسے کہ انہیں پہلے سے ہی پتہ ہو۔ پھر انہوں نے عرض کیا اچھا اب ایمان کے متعلق بتایئے کہ ایمان کسے کہتے ہیں؟ حضور نے فرمایا کہ اللہ اور اس کے فرشتوں، کتابوں، اس کے رسولوں اور قیامت کو مانو اور اچھی بری تقدیر کو مانو۔ یہ سن کر پھر انہوں نے کہا آپ نے سچ فرمایا۔ پھر پوچھا حضور اب بتایئے کہ احسان کیا ہے؟ حضور نے فرمایا احسان یہ ہے کہ تم اللہ کی عبادت اس طرح کرو کہ گویا تم اللہ کو دیکھ رہے ہو اگر یہ نہ ہو سکے تو یہ سمجھو کہ اللہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔ انہوں نے پھر عرض کیا کہ قیامت کی خبر دیجئے فرمایا کہ یہ بات تم جس سے پوچھ رہے ہو وہ اس کے متعلق تم سے زیادہ خبردار نہیں۔ انہوں نے کہا اچھا تو قیامت کی کچھ نشانیاں ہی بتایئے۔ فرمایا قیامت کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ لونڈی اپنے مالک کو جنے گی اور ننگے پاؤں ننگے بدن والے فقیروں بکریوں کے چرواہوں کو محلوں میں فخر کرتے دیکھو گے۔ اس کے بعد وہ صاحب چلے گئے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ میں کچھ دیر ٹھہرا تو حضور نے مجھ

سے فرمایا اے عمر! جانتے ہو یہ کون تھا؟ میں نے عرض کیا اللہ ورسولہ اعلم۔ اللہ اور اس کا رسول ہی جانے۔ فرمایا: فَاِنَّهٗ جِبْرَئِیْلُ اَتَاکُمْ یُعَلِّمُکُمْ دِیْنَکُمْ۔ یہ جبریل تھے جو تمہیں تمہارا دین سکھانے آئے تھے۔ (مشکوٰۃ شریف صفحہ ۱۱)

سبق : جبریل امین جو نوری مخلوق ہیں ہمیں دین سکھانے کے لئے لباس بشریت میں آئے اور انہیں صحابہ کرام علیھم الرضوان نے دیکھا کہ وہ کپڑے بھی پہنے ہوئے تھے جو نہایت سفید تھے اور ان کے سر پر بال بھی تھے جو نہایت سیاہ تھے۔ گویا وہ بالکل بشر نظر آئے۔ باوجود اس کے جبریل کی حقیقت نوری تھی اور وہ لباس بشریت میں اس لئے آئے تھے تاکہ ہمیں دین سکھا جائیں۔ جبریل امین ہمیں دین سکھاتے ہوئے یہ مسئلہ بھی سمجھا گئے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حقیقت نوری ہے وہ جو اس دنیا میں لباس بشریت میں تشریف لائے ہیں صرف اس لئے تاکہ دنیا کو دین سکھا دیں۔

جبریل امین حضور کے سامنے اس طرح بیٹھے جیسے نمازی التحیات میں بیٹھتا ہے اس مؤدبانہ نشست سے یہ بھی سمجھا گئے کہ حضور کی بارگاہ میں حاضری ہو تو اس طرح بیٹھو جیسے اللہ کے حضور نماز میں بیٹھتے ہو۔

عینک کا شیشہ بذات خود کسی چیز کو نہیں دیکھ سکتا مگر جب دیکھنے والی آنکھ کے قریب آجاتا ہے تو سب کچھ دیکھنے لگتا ہے۔ جبریل امین کو کوئی بشر نہیں دیکھ سکتا مگر صحابہ کرام علیھم الرضوان جب جبریل کو دیکھنے والے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فیض قرب سے مستفیض ہوئے تو جبریل کو دیکھ لیا۔

اسلام : جبریل نے اسلام کے متعلق پوچھا تو حضور نے نماز، روزہ، زکوٰۃ و حج سے پہلے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پر ایمان لانے کا ذکر فرمایا۔ گویا نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ کی قبولیت وافادیت ایمان پر منحصر ہے اگر ایمان نہیں تو یہ سارے اعمال بے کار

ہیں کسی کو نماز پڑھتے یا پڑھنے کی تبلیغ کرتے ہوئے دیکھنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ یہ نمازی یا مبلغ مسلمان ہے ہوسکتا ہے کہ نمازی ہو اور مبلغ بھی ہو مگر غیر مسلم جیسے مرزائی۔

ایمان: جبریل امین علیہ السلام نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ایمان کے متعلق پوچھا تو فرمایا کہ اللہ، اس کے فرشتوں کتابوں اور اس کے رسولوں اور قیامت کو مانو۔ معلوم ہوا کہ صرف اللہ کو مان لینا یہ ایمان نہیں ہے بلکہ اللہ کے ماننے کے ساتھ ساتھ فرشتوں کتابوں اور اس کے رسولوں اور قیامت کو بھی مانے تو مومن ہوگا ورنہ نہیں! باوجود اس حقیقت کے مولوی اسماعیل دہلوی مؤلف تقویۃ الایمان نے یہ لکھا ہے کہ ایمان یہ ہے کہ اللہ کو مانے اور اس کے سوائے کسی کو نہ مانے (تقویۃ الایمان صفحہ ۱۶)

اندازہ کیجئے کہ کس قدر ظلم اور جہالت ہے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو فرمائیں کہ اللہ کو بھی مانے اس کے فرشتوں بھی مانے اس کی کتابوں کو بھی مانے اس کے رسولوں کو بھی مانے اور قیامت کو بھی مانے مگر برائے نام تقویۃ الایمان کا مؤلف مولوی اسماعیل دہلوی یہ کہے کہ! اللہ کو مانے اور اس کے سوائے کسی کو نہ مانے

اب کوئی بد بخت ہی ہوگا جو اپنے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان ہوتے ہوئے مولوی اسماعیل کی بات مانے۔

احسان: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پھر احسان کے متعلق فرمایا کہ اللہ کی عبادت اس طرح کرو گویا تم اللہ کو دیکھ رہے ہو اگر یہ نہ ہو سکے تو یہ سمجھو کہ اللہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔ احسان کا مرتبہ بہت بڑا مرتبہ ہے خدا تعالیٰ کے مقرب بندوں نے یہ مرتبہ حاصل کیا ہے حضور کے ارشاد کا مقصد یہ ہے کہ اگر تم خدا کو دیکھتے ہوئے تو تمہارے دل میں اس کا کس قدر خوف ہوتا اور کتنی احتیاط سے تم عمل کرتے؟ ایسے ہی خوف سے دل لگا کر عمل کرو اور اگر یہ نہ ہو سکے تو اتنا تو سمجھو کہ وہ تمہیں دیکھ رہا ہے یہ سمجھنے سے بھی عبادت میں خلوص پیدا ہوگا۔

قیامت کا علم: پھر جبریل نے حضور سے عرض کیا کہ قیامت کی خبر دیجئے تو فرمایا "اس کے متعلق میں تم سے زیادہ خبردار نہیں" حضور نے یہ نہیں فرمایا لَا اَعْلَمُ میں نہیں جانتا بلکہ فرمایا "میں اس کے متعلق تم سے زیادہ خبردار نہیں" اگر حضور کے اس جواب کا یہ مقصد ہوتا کہ میں نہیں جانتا تو پھر جبریل حضور سے قیامت کی نشانیاں بھی نہ پوچھتے۔ حالانکہ جبریل نے پھر عرض کیا کہ اچھا حضور! قیامت کی کچھ نشانیاں ہی بتایئے۔

حضور علیہ السلام نے قیامت کی نشانیاں بیان فرمادیں جن کا ذکر آگے آتا ہے۔ حضور کو اگر قیامت کا علم نہ ہوتا تو آپ اس کی نشانیاں بھی بیان نہ فرما سکتے۔ جس چیز کا جسے علم ہی نہ ہو اس کی نشانیوں کا اُسے علم کیسے ہوسکتا ہے۔ مثلاً کسی سے پوچھوں کہ تم فلاں صاحب کو جانتے ہو وہ کہے میں نہیں جانتا، تو میں اس سے کہوں، چلو اس کی کچھ نشانیاں ہی بتادو۔ تو وہ کہے گا کہ میں جب کہہ چکا ہوں کہ میں اُسے نہیں جانتا پھر میں اس کی نشانیاں کیسے بتادوں؟ جبریل نے جب قیامت کی کچھ نشانیاں بیان فرمانے کے لئے عرض کیا تو حضور نے نشانیاں بیان کرنا شروع کردیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضور کو قیامت کا علم تھا مگر جبریل کے پوچھنے پر بتایا کیوں نہیں؟ سنیے! خدا تعالیٰ سورۃ طٰہٰ آیت ۱۵ میں قیامت کے متعلق فرماتا ہے۔

اِنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ اَكَادُ اُخْفِيْهَا لِتُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا تَسْعٰى ۝

بیشک قیامت آنے والی ہے قریب تھا کہ میں اسے سب سے
چھپاؤں کہ ہر جان اپنی کوشش کا بدلہ پائے۔

اَوْ تَاْتِيَهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ

یا قیامت ان پر اچانک آجائے اور انہیں خبر نہ ہو۔

حَتّٰى تَاْتِيَهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً

یہاں تک کہ ان پر قیامت آجائے اچانک۔

ان آیات میں خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ "میں نے قیامت کا وقت سب سے چھپایا ہے تا کہ ہر جان اپنی کوشش کا بدلہ پائے۔ یعنی ہر شخص ڈرتا ہے اور اس کے خوف سے گناہوں سے بچے۔ نیکیاں زیادہ کرے اور ہر وقت توبہ کرتا رہے۔ قیامت یقیناً آنے والی ہے مگر خدا نے اس کا وقت چھپایا ہے، اس لئے وہ جب بھی آئے گی بَغْتَةً آئے گی یعنی اچانک آئے گی خدا کے ان ارشادات کے پیش نظر حضور علیہ السلام نے قیامت کا وقت نہ بتایا۔ اگر بتا دیتے تو قیامت کا آنا اچانک نہ رہتا اور اچانک آ جانے سے جو فوائد تھے، وہ فوائد باقی نہ رہتے یعنی ہر شخص ڈرتا رہتا، اس کے خوف سے گناہوں سے بچتا نیکیاں زیادہ کرتا اور ہر وقت توبہ کرتا رہتا۔ حضور نے یہ نہیں فرمایا کہ میں جانتا نہیں، صرف یہ فرمایا کہ قیامت کے بارے میں جو تم جانتے ہو وہی میں جانتا ہوں کچھ زیادہ نہیں قیامت کا علم اسرار الٰہیہ میں سے ہے بھرے مجمع میں مجھ سے وقت پوچھ کر اس کے اچانک آ جانے کی حیثیت کو کیوں ختم کرانا چاہتے ہو۔؟ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو قیامت کا بھی علم تھا:۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں

قَامَ فِینَا رَسُولُ اللّٰہِ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مَقَامًا فَاَخْبَرَنَا عَنْ بَدْءِ الْخَلْقِ حَتّٰی دَخَلَ اَہْلُ الْجَنَّۃِ مَنَازِلَہُمْ وَاَہْلُ النَّارِ مَنَازِلَہُمْ حَفِظَ ذٰلِکَ مَنْ حَفِظَہٗ وَنَسِیَہٗ مَنْ نَسِیَہٗ۔ (مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۰۶ قدیمی کتب خانہ)

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک مقام پر تشریف فرما ہوئے اور ہمیں دنیا کی ابتدا سے لیکر اس وقت تک کی سب خبر دی جب کہ جنتی لوگ اپنی اپنی منزلوں میں اور جہنمی لوگ اپنی اپنی منزلوں میں پہنچ گئے جس نے یاد رکھا اس نے یاد رکھا اور جو بھول گیا وہ بھول گیا۔

حضرت عمرو بن اخطب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

صَلّٰی بِنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یَوْمًا الْفَجْرَ وَصَعِدَ عَلَی الْمِنْبَرِ فَخَطَبَ حَتّٰی حَضَرَتِ الظُّهْرُ فَنَزَلَ فَصَلّٰی ثُمَّ صَعِدَ الْمِنْبَرَ فَخَطَبَنَا حَتّٰی حَضَرَتِ الْعَصْرُ ثُمَّ نَزَلَ فَصَلّٰی ثُمَّ صَعِدَ الْمِنْبَرَ حَتّٰی غَرَبَتِ الشَّمْسُ فَاَخْبَرَنَا بِمَا هُوَ كَائِنٌ" اِلٰی يَوْمِ الْقِيَامَةِ

(مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۴۳ قدیمی کتب خانہ)

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک روز ہمارے ساتھ نماز فجر پڑھی۔ نماز پڑھ کر آپ منبر پر رونق افروز ہوئے اور بیان شروع فرمایا یہاں تک کہ نماز ظہر کا وقت ہوگیا اور آپ منبر سے اترے اور نماز ظہر پڑھی نماز کے بعد پھر منبر پر تشریف فرما ہوئے اور پھر بیان شروع فرمایا یہاں تک کہ نماز عصر کا وقت ہوگیا آپ منبر سے اترے نماز عصر پڑھی نماز کے بعد پھر منبر پر تشریف فرما ہوگئے اور بیان شروع فرمایا یہاں تک کہ سورج غروب ہوگیا حضور نے اپنے اس بیان میں قیامت تک جو کچھ بھی ہونے والا تھا ہمیں سب کچھ بتا دیا

ان احادیث سے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دنیا کی ابتدا سے انتہا تک اور "قیامت تک" کی ساری ہونے والی باتوں کی خبر دینا ثابت ہو رہا ہے "اِلٰی يَوْمِ الْقِيٰمَةِ" کا جملہ قابل غور ہے "قیامت کے دن تک" دنیا کی انتہا بتا رہا ہے۔ یعنی یہ دنیا جہاں ختم ہو جائے گی وہاں تک کے سارے حالات بیان فرما دیئے۔ اور ظاہر ہے کہ دنیا جہاں ختم ہوگی وہیں سے قیامت کے دن کی ابتدا ہوگی اس دنیا کی انتہا اور قیامت کے دن ابتدا تو جس کی نظر دنیا کی انتہا تک جا پہنچے گی لازماً اس کی نظر قیامت کے دن کی ابتدا پر بھی ہوگی اگر اس کی نظر قیامت کے دن کی ابتدا پر نہ مانی جائے تو پھر اس کا واقعات دنیا کو قیامت کے دن تک بیان کرنا کیسے صحیح ہو سکتا ہے؟ "قیامت کے دن تک" بتا رہا ہے کہ بیان

فرمانے والے کو علم ہے کہ یہ دنیا کی انتہا ہے اور آگے قیامت کے دن کی ابتدا۔

جبریل کے پوچھنے پر حضور نے پھر قیامت کی جو نشانیاں بیان فرمائیں وہ یہ ہیں کہ "لونڈی اپنے مالک کو جنے گی یعنی اولاد ماں کی گستاخ اور نافرمان ہوگی بیٹا اپنی ماں کو لونڈی سمجھے گا اور اس پر حکم چلائے گا گویا ماں اپنے بیٹے کو نہیں جنے گی بلکہ لونڈی اپنے مالک کو جنے گی۔ چنانچہ حضور کے ارشاد کے مطابق آج یہی کچھ ہو رہا ہے۔ دوسرا یہ فرمایا کہ ننگے پاؤں، ننگے بدن والوں، بکریوں کے چرواہوں کو محلوں میں فخر کرتے دیکھو گے۔

چنانچہ عرب کے ننگے پاؤں، ننگے بدن، والوں بکریوں کے چرواہوں کو آج سعودی عرب جا کر دیکھئے بڑے بڑے محلات میں رہ رہے ہیں اور اوپر ہمارے ہاں جموں وکشمیر کے مہاجروں میں بعض ایسے بھی ہیں جو وہاں ننگے پاؤں بکریاں چرایا کرتے تھے یہاں آئے تو ان کے نام کوٹھیاں الاٹ ہو گئیں اور وہ بڑے فخر سے ان میں رہ رہے ہیں۔ صدق رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ یارسول اللہ! تمہارے منہ سے جو بات نکلی وہ ہو کے رہی۔

غزوات میں حاضری

غزوات میں جبریل امین علیہ السلام اکثر حاضر ہوتے رہتے، اپنی خاص سواری پر ہتھیاروں سے لیس ہو کر حاضر ہوتے، اسباب دنیا کی حیثیت سے کفار سے لڑتے کفار کو فی النار والسقر کرتے، جیسا کہ غزوہ بدر اور غزوہ حنین کی تفصیل سے معلوم ہوتا ہے فقیر چند واقعات عرض کرتا ہے۔

دندان مبارک کی شہادت کے وقت

غزوہ احد میں حضور سرور عالم صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دندان مبارک

شہید ہوئے تو خون اقدس کی حفاظت حضرت جبریل علیہ السلام کے ذمہ لگائی گئی چنانچہ منقول ہے کہ ایک مرتبہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جبریل سے پوچھا اے جبریل! کبھی تجھے آسمان سے مشقت کے ساتھ بڑی جلدی اور فوراً بھی زمین پر اترنا پڑا؟ جبریل نے جواب دیا ہاں، یارسول اللہ! چار مرتبہ ایسا ہوا ہے کہ مجھے بڑی سرعت کے ساتھ فوراً زمین پر اترنا پڑا۔ حضور نے فرمایا وہ چار مرتبہ کس کس موقعہ پر؟ جبریل نے عرض کیا۔

☆..... ایک تو جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا تو میں اس وقت عرش الٰہی کے نیچے مقام سدرۃ المنتہیٰ پر تھا۔ مجھے حکم ہوا جبریل میرے خلیل کے آگ میں پہنچنے سے پہلے فوراً میرے خلیل کے پاس پہنچو چنانچہ میں بڑی سرعت کے ساتھ قبل اس کے کہ وہ آگ میں پہنچتے ان کے پاس پہنچ گیا۔

☆ دوسری بار جب حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی گردن اطہر پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے انہیں ذبح کرنے کی خاطر چھری رکھی تو مجھے حکم ہوا کہ چھری چلنے سے پہلے ہی زمین پر پہنچو اور چھری کو الٹا کر دو چنانچہ میں چھری چلنے سے پہلے ہی زمین پر پہنچ گیا اور چھری کو چلنے نہ دیا۔

☆..... تیسری مرتبہ جب حضرت یوسف علیہ السلام کو بھائیوں نے کنوئیں میں گرایا تو مجھے حکم ہوا کہ میں یوسف علیہ السلام کے کنوئیں کی تہ تک پہنچنے سے پہلے زمین پر پہنچوں اور کنوئیں سے ایک پتھر نکال کر حضرت یوسف علیہ السلام کو اس پتھر پر بٹھا دوں۔ چنانچہ میں فوراً پہنچا اور قبل اس کے کہ یوسف علیہ السلام کنوئیں کی تہ تک پہنچتے میں نے اپنے پروں پر انہیں اٹھا کر کنوئیں کے ایک پتھر پر بٹھا دیا۔

☆..... اور چوتھی مرتبہ یارسول اللہ جب کافروں نے حضور کو دندان مبارک کو شہید کیا تو مجھے حکم الٰہی ہوا کہ جبریل فوراً زمین پر پہنچو اور میرے محبوب کے دندان مبارک کا خون زمین

پر نہ گرنے دو۔ زمین پر گرنے سے پہلے ہی وہ خون اپنے ہاتھوں پر لے لو اور اے جبریل اگر میرے محبوب کا یہ خون زمین پر گر گیا تو قیامت تک زمین سے کوئی سبزی اُگے گی، نہ کوئی درخت۔ چنانچہ میں بڑی سرعت کے ساتھ زمین پر پہنچا اور حضور کے خون مبارک کو ہاتھوں پر لیکر ہوا میں اڑا دیا۔ (روح البیان صفحہ ۳۱ جلد ۳ زیر تفسیر ینٰبنی اسرائیل اذکروا نعمتی)

سبق: زمین سے آسمان کتنی مسافت پر ہے؟ اس کا جواب حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنئے فرمایا: بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهَا خَمْسُ مِائَةِ عَامٍ تمہارے اور آسمان کے درمیان پانچ سو سال کی مسافت ہے اور پھر ساتویں آسمان تک ہر دو آسمانوں کے درمیان اتنی ہی مسافت بیان فرمائی اور فرمایا۔ سَمَائَيْنِ بُعْدُ مَا بَيْنَهُمَا خَمْسُ مِائَةِ سَنَةٍ۔ دو آسمانوں کے درمیان کی دوری پانچ سو سال کی مسافت ہے اور یہ بھی فرمایا کہ۔ مَا بَيْنَ كُلِّ سَمَائَيْنِ مَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ۔ ہر دو آسمانوں کے درمیان اتنی ہی مسافت ہے جتنی زمین و آسمان کے درمیان۔ (مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۱۰ قدیمی کتب خانہ)

زمین سے پہلا آسمان پانچ سو سال تک کی مسافت کے برابر دور ہے پھر پہلے آسمان سے دوسرے آسمان تک بھی پانچ سو سال کی مسافت ہے۔ ساتویں آسمان کے اوپر سدرۃ المنتہیٰ ہے اور سدرۃ المنتہیٰ مقام جبریل ہے جہاں شب معراج وہ حضور کی معیت میں پہنچے تو آگے بڑھنے سے انکار کر دیا اور عرض کیا کہ میں یہیں تک آسکتا تھا آگے اگر بال بھر بڑھا تو انوار تجلیات سے میرے پر جل جائیں گے چنانچہ آگے صرف حضور ہی تشریف لے گئے۔

زمین سے سورج کتنی دور ہے؟

یہ تو تھی زمین سے آسمان کی اور ساتوں آسمانوں کے اوپر سدرۃ المنتہیٰ کی دوری۔ آیئے دیکھیں کہ زمین سے یہ سورج کتنی دور ہے۔ موجودہ سائنس بتاتی ہے کہ سورج ہم سے صرف نو کروڑ تیس لاکھ میل دور ہے اور ایک لاکھ چھیاسی ہزار میل فی سیکنڈ کی رفتار سے

سورج کی روشنی ہم تک آٹھ منٹ میں پہنچتی ہے۔

(سیارہ ڈائجسٹ لاہور شمارہ اگست ۱۹۶۹ء)

سورج ہم سے نوکروڑ تیس لاکھ میل دور ہے۔ مگر سدرۃ المنتہیٰ کی دوری کا اندازہ لگایئے تو کئی نوکروڑ میل بھی کم پڑ جائیں گے اور کھربوں میل بن جائیں گے نوکروڑ تیس لاکھ میل سے روشنی زمین پر آٹھ منٹ میں پہنچتی ہے مگر سورج سے بھی کروڑوں میل دور سدرۃ المنتہیٰ سے جبریل کتنی دیر میں زمین پر پہنچے؟

خلیل علیہ السلام کو آگ میں ڈالتے ہی آگ میں پہنچنے سے پہلے، اسماعیل علیہ السلام کی گردن پر چھری رکھتے ہی پھرنے سے پہلے، یوسف علیہ السلام کو کنوئیں میں پھینکتے ہی تہ تک پہنچنے سے پہلے اور حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خون مبارک نکلتے ہی زمین پر گرنے سے پہلے وہ زمین پر پہنچ گئے اور حضرت خلیل کو اپنے پروں پر اٹھالیا۔ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی گردن پر پھرنے والی چھری کو الٹا کردیا۔ یوسف علیہ السلام کو اپنے پروں پر لے لیا۔ اور حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خون مبارک اپنے پروں پر لے لیا۔

سورج سے روشنی آٹھ منٹ میں زمین پر پہنچی اور جبریل سدرۃ المنتہیٰ سے لمحہ بھر میں آنکھ جھپکتے ہی زمین پر پہنچ گئے۔ یہ ہے رفتار جبریل کہ یہاں سائنس بھی دم بخود ہے اور جبریل وہ ہیں جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت کے لئے پیدا کیے گئے ہیں خادم کی یہ شان ہے اور آقا تو وہ ہیں۔

اے ہزاراں جبریل اندر بشر

پھر ان کا شب معراج فرش سے آناً فاناً عرش پر جانا اور واپس بھی اسی شان سے ہونا کہ زنجیر ہل رہی تھی وضو کا پانی بہہ رہا تھا اور بستر مبارک گرم تھا کیوں قابل تصدیق نہ ہو ؟

خدا کی مدد مقبول بندوں کی وساطت سے

حضرت ابراہیم، حضرت اسمٰعیل، حضرت یوسف علیہم السلام اور ہمارے حضور علیہ السلام کی یہ مدد اللہ نے فرمائی تو جبریل کی وساطت سے فرمائی۔ خدا کے اذن سے وہ مدد کرنے آئے اور مدد کی۔ گویا خدا تعالیٰ کے مقبول بندے ہماری جو مدد فرماتے ہیں وہ دراصل خدا ہی کی مدد ہوتی ہے۔ مگر ہوتی وہ ان اللہ والوں کی وساطت سے ہے۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ : اس موقعہ پر ایک غلط فہمی کا ازالہ ضروری ہے میدان احد میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا جو دندان مبارک شہید ہوا یہ بات نہیں کہ آپ کا دانت مبارک اکھڑ گیا اور نکل گیا ہرگز نہیں ایک دانت بھی اگر نکل جائے تو یہ ایک عیب اور نقص ہے جس سے منہ کا حسن قائم نہیں رہتا حالانکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر عیب و نقص سے پاک اور منزہ ہیں۔ حقیقت یہ ہے جو محدثین کرام نے لکھی ہے کہ دانت مبارک کی دائیں جانب کا تھوڑا سا کنارہ ٹوٹا تھا اور نیچے کا ہونٹ مبارک زخمی ہو گیا تھا جس سے خون مبارک نکلا۔ (مرقاۃ حاشیہ مشکوۃ صفحہ ۵۱۵ اور بخاری شریف حاشیہ صفحہ ۵۸۳ جلد ۲)

دانت مبارک کا کنارہ توڑنے والے اور ہونٹ مبارک زخمی کرنے والے کا نام عتبہ بن ابی وقاص تھا، اُسے اس جرم کی سزا یہ ملی ہے۔ لَمْ يُوْلَدْ مِنْ نَسْلِهِ وَلَد" يَبْلُغُ الحِنْثَ اِلَّا وَهُوَ الْجَزَارِي مَكْسُو رِالثَّنَايَا۔ (مواہب لدنیہ صفحہ ۹۵ جلد ۱)

اس کی نسل سے جو بھی بچہ پیدا ہوتا تھا اور جب وہ بڑا ہوتا تھا تو اس کے دانت ہی پیدا نہ ہوتے تھے۔ معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی گستاخی دین و دنیا کی تباہی کا باعث ہے۔

گستاخی رسول سے اللہ کی پناہ   دنیا و دین ہوتے ہیں اس سے تباہ

غزوہ بدر میں خدمات

غزوہ بدر میں سیدنا جبریل علیہ السلام نے خصوصیت سے خدمات سرانجام دیں چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ غزوہ بدر میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مخاطب ہوکر فرمایا:

هٰذَا جِبْرِيْلُ آخِذٌ بِرَاسِ فَرَسِهٖ عَلَيْهِ اَدَاةُ الْحَرْبِ (بخاری شریف صفحہ ۵۷۰ جلد۲)

دیکھو یہ جبریل اپنے گھوڑے کی لگام تھامے کھڑے ہیں اور گھوڑے پر لڑائی کے ہتھیار ہیں۔

غزوہ خندق سے جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم واپس تشریف لائے اور ہتھیار اتار دیئے اور غسل فرمایا تو جبریل امین حاضر ہوئے اور عرض کیا:

قَدْ وَضَعْتَ السِّلَاحَ وَاللّٰهِ مَا وَضَعْنَاهُ فَاخْرُجْ اِلَيْهِمْ قَالَ فَاِلٰى اَيْنَ قَالَ هٰهُنَا فَاَشَارَ اِلٰى بَنِىْ قُرَيْظَةَ فَخَرَجَ النَّبِىُّ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اِلَيْهِمْ۔

(بخاری شریف صفحہ ۵۹۰ جلد۲)

حضور! آپ نے ہتھیار کھول دیئے۔ بخدا ہم نے نہیں کھولے ہم ابھی تک مسلح ہیں تشریف لے چلئے بنی قریظہ کو ان غداری کی سزا دینا باقی ہے۔ تو حضور جبریل کے ساتھ چل پڑے۔

سبق: حضرت ابراہیم علیہ السلام کے متعلق ایک واقعہ کا اللہ تعالیٰ سورۃ الذٰریٰت آیت ۲۴ میں ذکر فرماتا ہے۔

هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ ضَيْفِ اِبْرٰهِيْمَ الْمُكْرَمِيْنَ

اے محبوب کیا تمہارے پاس ابراہیم کے معزز مہمانوں کی خبر آئی۔

واقعہ یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بارگاہ میں اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو

مہمان بنا کر بھیجا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام میزبان بنے اور فرشتے مہمان اور یہ بات ظاہر ہے کہ مہمان میزبان سے مرتبہ میں چاہے کم ہو میزبان کو اس کی خاطر و مدارت کرنا پڑتی ہے۔ میزبان یہ نہیں دیکھتا کہ مہمان مجھ سے عمر میں یا مرتبہ میں چھوٹا ہے۔ وہ جب مہمان بن کر آیا تو میزبان اس کی دلجوئی کرے گا۔ اس پر نوازش کرے گا اور کوشش کریگا کہ مہمان کو کوئی تکلیف نہ ہو۔ یہ فرشتے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس مہمان بن کر آئے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کی خاطر و مدارت ہی کی ہوگی اس لئے کہ مہمان ایک اعزازی شان رکھتا ہے اگر چہ وہ میزبان سے مرتبہ میں کم ہو میزبان پھر بھی اس کی عزت کرتا ہے۔ یہ تو ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بارگاہ کہ فرشتے مہمان بن کر آتے ہیں مگر ہمارے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وہ بارگاہ ہے کہ خدا تعالیٰ فرشتوں کو حضور کے سپاہی بنا کر بھیجتا ہے۔ چنانچہ فرمایا:

يُمْدِدْكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ آلَافٍ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ مُسَوِّمِينَ

تمہارا رب تمہاری مدد کو پانچ ہزار فرشتے نشان والے بھیج دے گا۔

دوسری جگہ سورۃ التحریم میں ارشاد فرمایا۔

وَالْمَلَائِكَةُ بَعْدَ ذَٰلِكَ ظَهِيرٌ

اور اس کے بعد فرشتے مدد پر ہیں۔

معلوم ہوا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بارگاہ میں فرشتے حاضر ہوئے تو مہمان بن کر اور مہمان کی مہمان نوازی کی جاتی ہے اور ہمارے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں فرشتے حاضر ہوئے تو سپاہی اور مددگار بن کر اور سپاہی محکوم ہوتا ہے سپہ سالار حاکم ہوتا ہے۔ گویا حضور کی بارگاہ میں فرشتے محکوم بن کر آئے۔

جبرئیل کا گھوڑا: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جنگ بدر

میں مسلمان کافروں کا تعاقب کرتے تھے اور کافر مسلمان کے سامنے سے بھاگ جاتا تھا اچانک اوپر سے کوڑے کی آواز آتی تھی اور سوار کا یہ کلمہ سنا جاتا تھا۔ اقدم یا حیزوم۔ آگے بڑھ اے حیزوم۔ حیزوم حضرت جبریل کے گھوڑے کا نام ہے اور نظر آتا تھا کہ کافر گر کر مر گیا اور اس کی ناک تلوار سے اڑادی گئی اور چہرہ زخمی ہوگیا۔ صحابہ کرام علیھم الرضوان نے اپنے یہ معائنے سید عالم صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بیان کئے، آپ نے فرمایا یہ آسمان سوم کی مدد ہے۔ (تفسیر خزائن العرفان صفحہ ۱۵۶)

مکاں عرش ان کا فلک فرش ان کا ملک خادمان سرائے محمد

جنگ بدر جب ختم ہوگئی تو حضرت جبریل ہتھیاروں سے مسلح ایک سرخ گھوڑے پر سوار ہو کر حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی۔

اِنَّ اللّٰہَ بَعَثَنِی اِلَیْکَ وَاَمَرَنِی اَنْ لَا اُفَارِقُکَ حَتّٰی تَرْضٰی ھَلْ رَضِیْتَ قَالَ نَعَمْ رَضِیْتُ فَانْصَرَفَ۔ (خصائص کبریٰ صفحہ ۲۰۳، جلد۱)

حضور اللہ تعالیٰ نے مجھے آپ کی طرف بھیجا تھا اور حکم دیا تھا کہ جب تک آپ مجھ سے راضی نہ ہو جائیں میں آپ سے جدا نہ ہوں تو کیا حضور مجھ سے راضی ہو گئے۔ حضور نے فرمایا ہاں میں راضی ہو گیا۔ تو جبریل واپس چلے گئے۔

معلوم ہوا کہ اللہ نے ہمارے حضور صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس شان کی حکومت عطا فرمائی ہے کہ جبریل امین بھی ان کے سپاہی ہیں۔

اس شان کی اللہ نے انہیں بخشی ہے شاہی جبریل امین بھی ہیں محمد کے سپاہی

غزوہ بنوقریظہ میں

جب رسول اللہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم غزوہ خندق سے مدینہ منورہ واپس تشریف لائے تو اسی روز غزوہ بنی قریظہ ہوا۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہا

فرماتی ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میرے گھر میں رونق افروز تھے۔اور سرو تن مبارک سے گرد و غبار کو جھاڑ کر، جسم اقدس سے ہتھیار اتار کر، غسل فرما رہے تھے ایک روایت میں ہے کہ سر مبارک کے ایک جانب کو دھولیا تھا اور دوسری جانب کو ابھی دھویا نہ تھا۔ ایک روایت میں ہے کہ سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر تشریف فرما تھے چونکہ آپ کی عادت شریفہ تھی کہ جب غزوہ سے یا کسی سفر سے تشریف لاتے تو پہلے سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر آتے اور ان کو بوسہ دیتے۔اچانک ایک شخص سے گھر کے باہر سے سلام عرض کیا حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور باہر تشریف لائے میں ان کے پیچھے دروازہ پر چلی گئی یہ دحیہ کلبی تھے جن کے چہرے پر اور ان کے سامنے کے دانتوں پر غبار جما ہوا تھا اور سفید اونٹ پر سوار تھے۔حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی چادر مبارک سے ان کے سر سے گرد کو جھاڑا انہوں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کچھ باتیں کیں، جب گھر میں تشریف لائے تو فرمایا یہ جبریل علیہ السلام تھے اور انہوں نے مجھے حکم رب پہنچایا ہے کہ میں فوراً بنو قریظہ کی جانب متوجہ ہو جاؤں ایک روایت میں ہے کہ وہ سر پر استبرق کا عمامہ باندھے خچر جس پر قطیفہ دیبا کی چادر تھی سوار ہو کر آئے تھے۔ بخاری کی حدیث میں ہے کہ جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم واپس تشریف لائے اور ہتھیار اتار کر غسل فرمایا تو جبریل علیہ السلام آئے اور کہا آپ نے ہتھیار اتار دیئے مگر ہم نے ابھی تک نہیں اتارے چلئے اللہ تعالیٰ آپ کو حکم فرماتا ہے کہ بنو قریظہ کی طرف چلیں خدا کی قسم میں جا کر ان کے قلعوں میں تہلکہ ڈالتا ہوں اور ان کو پامال کرتا ہوں اور ان میں زلزلہ ڈالتا ہوں جس طرح مرغی کے انڈے کو پتھر پر مارتے ہیں جبریل علیہ السلام فرشتوں کے ساتھ واپس چلے گئے۔ حضرت انس فرماتے ہیں کہ گویا میں نے کوچہ بنی غنم میں جبریل علیہ السلام کی سواری سے

گرد و غبار کو اڑتا ہوا دیکھا۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت بلال کو حکم دیا کہ وہ مدینہ میں اعلان کر دیں اور کہہ دیں کہ اے خدا کے شہسوارو! سوار ہو جاؤ اور ان کو بتا دو کہ جو خدا کے حکم کا فرمانبردار اور ماننے والا ہے اسے چاہیے کہ نماز عصر بنو قریظہ میں پہنچنے سے پہلے نہ پڑھے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مقدمۃ الجیش پر مقرر فرمایا اور ان کے ہاتھ میں علم دیا اور حضرت ابن ام کلثوم کو مدینہ میں خلیفہ بنایا۔ اور اپنے گھوڑے پر جس کا نام لحیف تھا، سوار ہوئے دو گھوڑے کوتل آپ کے ساتھ تھے۔ آپ مسلمانوں کو تیار کر کے تشریف لے چلے آپ کے داہنے ہاتھ پر حضرت ابو بکر صدیق اور بائیں ہاتھ پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور آگے آگے مہاجرین و انصار کے اکابر حضرات تھے یہ سب تین ہزار کا لشکر تھا، ان میں چھتیس گھوڑے تھے راہ میں بنو نجار کو ملاحظہ فرمایا کہ سوار ہو کر انتظار میں کھڑے ہیں دریافت فرمایا تم سے یہ کس نے کہا کہ ہتھیار پہن کر انتظار میں کھڑے رہنا۔ انہوں نے کہا دحیہ کلبی نے کہا تھا فرمایا وہ جبریل علیہ السلام تھے جو پہلے روانہ ہوئے ہیں۔ جب عصر کی نماز کا وقت ہو گیا تو بعض صحابہ نے راستہ ہی میں نماز پڑھ لی اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس ارشاد کو کہ "عصر کی نماز نہ پڑھیں مگر بنو قریظہ میں" تو اسے تاکید و مبالغہ اور جلد تر پہنچنے پر محمول کیا اور بعض صحابہ نے نماز عصر نہ پڑھی مگر جب بنو قریظہ پہنچ گئے اور انہوں نے عشاء کے وقت بعد نماز عشاء ادا کی اور ان کا یہ عمل حکم ظاہر پر عمل کرنے میں تھا کیونکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے ارشاد میں نماز عصر نہ پڑھنے کا حکم دیا تھا بنو قریظہ میں پہنچ کر پڑھیں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دونوں جماعتوں کے عمل کو مسلم و برقرار رکھا اور کسی ایک کو زجر و توبیخ نہ فرمائی اور یہ واقعہ ان مجتہدین کرام کے لئے بھی حجت بنتا ہے جو اپنی رائے اور اپنے اجتہاد پر عمل کرتے ہیں۔

فائدہ : اس میں ہم نے جبریل علیہ السلام کی غزوہ میں حاضری کا عرض کرنا ہے باقی بنو قریظہ کے متعلق مزید تفصیل کتب سیر میں ملاحظہ ہو۔

جبریل علیہ السلام ڈراؤنا اونٹ

سیدنا جبریل علیہ السلام خدمت حبیب خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے اپنی شکل تبدیل کر کے آپ کے دشمنوں کا مقابلہ کرتے تھے چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ ایک دن ابوجہل نے اپنے یاروں سے کہا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب نماز پڑھتے ہوئے سجدہ میں جائے گا میں اس کا سر پتھر سے توڑ دوں گا (معاذ اللہ) چنانچہ وہ دوسرے دن پتھر لئے اس انتظار میں رہا کہ حضور کو نماز پڑھتے دیکھوں اور جب سجدہ میں جائیں تو پتھر سے ان کا سر توڑ دوں۔ آخر اس نے دیکھا کہ حضور نماز میں کھڑے ہو گئے ہیں جب آپ سجدہ میں گئے تو ابوجہل پتھر لیکر قریب پہنچا۔ قریب پہنچا ہی تھا کہ ایک دم گھبرا کر واپس آیا، ڈر کے مارے اس کا رنگ فق ہو گیا اور جس ہاتھ سے پتھر اٹھایا ہوا تھا وہ خشک ہو گیا اور پتھر زمین پر گر گیا۔ اس کے ساتھیوں نے جب اسے اس حال میں لوٹتے دیکھا تو آگے بڑھ کر اس سے پوچھا۔ کیا ہوا؟ اس نے بتایا کہ میں جب محمد کے قریب ہوا تو میں نے ایک بدمست نر اونٹ کو دیکھا کہ میرے سامنے کھڑا ہے میں نے کبھی ایسے بڑے سر والا لمبی گردن والا اور اتنے بڑے دانتوں والا اونٹ نہیں دیکھا تھا، میں اگر جان بچا کر فوراً پلٹ نہ آتا تو وہ مجھے پھاڑ کھاتا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سنا تو فرمایا۔

ذٰلِکَ جِبْرِیْلُ لَوْ دَنٰی مِنِّیْ لَاَخَذَهٗ ۔ جو اونٹ کی شکل میں نظر آیا وہ جبریل تھا ابوجہل اگر میرے نزدیک آ جاتا تو جبریل اُسے جیتا نہ چھوڑتا۔ (جواہر البحار صفحہ ۷۷ جلد ۱)

سبق : جبریل امین جو ملکوتیوں کا بادشاہ ہے، ہمارے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دربار کا دربان ہے دشمنوں سے وجود اقدس کی حفاظت اس کے ذمہ تھی۔

۔ دیکھی نہیں کسی نے اگر شان مصطفیٰ　　دیکھے کہ جبریل ہیں دربان مصطفیٰ

نہ صرف یہ کہ جبریل ہی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دربان وچوکیدار ہیں بلکہ حضور کے مقدس شہر مدینہ منورہ کی چوکیدزای کے لئے بھی فرشتے مقرر ہیں چنانچہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

عَلٰی اَنْقَابِ الْمَدِیْنَۃِ مَلَائِکَۃٌ لَا یَدْخُلُھَا الطَّاعُوْنُ وَلَا الدَّجَّالُ

(بخاری شریف صفحہ ۲۵۲ جلد ۱)

مدینہ کے ہر کونے پر فرشتے چوکیدار ہیں جو طاعون اور دجال کو مدینہ میں داخل نہ ہونے دیں گے۔ مدینہ منورہ کو یہ شان کیوں حاصل ہوئی؟ صرف اس لئے کہ یہ حضور کا شہر ہے، حضور کی بدولت مدینہ منورہ کے بھی چوکیدار فرشتے بن گئے اور وہ اس شہر میں طاعون ودجال کو قیامت تک داخل نہ ہونے دیں گے۔

مدینہ منورہ شرک سے محفوظ ہے

یہاں ایک اور بات بھی قابل غور ہے طاعون سے بھی زیادہ خطرناک مرض شرک ہے۔ طاعون سے جان جاتی ہے۔ شرک سے ایمان جاتا ہے۔ پھر یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ طاعون تو مدینہ منورہ میں داخل نہ ہو سکے اور شرک داخل ہو جائے؟ مقام حیرت ہے کہ نجدیوں کو مدینہ منورہ میں شرک کیسے نظر آ گیا اور انہوں نے مزارات پر سے قبوں کو مسمار کر دیا کہ یہاں شرک ہوتا تھا حالانکہ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرما چکے۔

اِنِّیْ لَسْتُ اَخْشٰی عَلَیْکُمْ اَنْ تُشْرِکُوْا بَعْدِیْ وَلٰکِنِّیْ اَخْشٰی عَلَیْکُمُ الدُّنْیَا اَنْ تَنَافَسُوْا فِیْھَا۔ (مشکوۃ شریف صفحہ ۵۲۷ قدیمی کتب خانہ) مجھے اس بات کا کوئی ڈر نہیں کہ تم میرے بعد شرک کرو گے ہاں ڈر ہے تو اس بات کا کہ تم دنیا کے گرویدہ ہو جاؤ گے۔ اس ارشاد میں صاف فرمایا گیا ہے کہ میرے بعد تم شرک نہیں کرو گے ہاں دنیا کے گرویدہ

ہو جاؤ گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر ارشاد حق ہے۔ دیکھ لیجئے حضور کے ارشاد کے مطابق واقعی آج کل کے غافل مسلمان دنیا کے گرویدہ ہو چکے ہیں۔ (الا ماشاء اللہ)

اور جس طرح یہ بات حضور کی حق تھی اور حق ثابت ہو رہا ہے۔ اسی طرح یہ بات بھی حق تھی اور حق ہے اور حق ہی رہی گی کہ حضور کا کوئی غلام شرک نہیں کرتا ہم گنہگار تو ہو سکتے ہیں مگر حاشا وکلا مشرک ہرگز نہیں ہیں اور کیوں ہوں جب کہ ہمارے آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہو چکا کہ میرے غلام میرے بعد شرک کا ارتکاب نہ کریں گے اور اگر کسی کی نظر میں حضور سرور عالم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی محبت و تعظیم شرک ہے تو ہم کہیں گے ۔

شرک ٹھہرے جس میں تعظیم حبیب　　　اُس برے مذہب پہ لعنت کیجئے

نکاح عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لئے خدمات

انّ جبرئیل جاء بصورتها فی خرقة حریر خضرا الیٰ رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال هذه زوجتک فی الدنيا والاخرہ۔ (۵۷۳ قدیمی کتب خانہ)

ایک مرتبہ حضرت جبریل علیہ السلام حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ایک سبز رنگ کے ریشمی کپڑے کا ٹکڑا حضور کی خدمت میں پیش کیا اس کپڑے پر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی صورت مبارک نمایاں تھی جبریل نے عرض کیا حضور! یہ آپ کی دنیا و آخرت کی بیوی ہے۔　　　(مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۷۳)

سبق: یہ سبز رنگ کے ریشمی کپڑے کا ٹکڑا جس پر ام المؤمنین حضرت عائشہ کی تصویر تھی، خدا کا بھیجا ہوا تھا۔ چنانچہ جب حضرت ام المؤمنین حضور کے عقد میں آ گئیں تو حضور نے ان سے فرمایا: عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم أُرِيْتُكِ فی المنام ثلث لیال یجیئنی بک الملک فی سرقة من حریر فقال لی هذه امرأتک

فکشفت عن وجهک الثوب فاذا انت هی فقلت ان یکن هذا من عندالله یمضه

کہ تین رات مسلسل مجھے ایک ریشمی کپڑے پر تمہاری تصویر دکھائی جاتی رہی۔ جسے جبریل لیکر آتا تھا اور کہتا تھا کہ یہ ہے آپ کی بیوی اے عائشہ! آج جو میں نے تمہارے چہرہ سے کپڑا اٹھایا تو تم وہی ہو۔ جبریل تمہاری تصویر لاتا رہا تو میں نے کہا تھا کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے، یہ رشتہ ہو کر رہے گا (مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۶۵)

معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا رشتہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ خود منتخب فرمایا، کس قدر خوش بخت ہیں ام المومنین حضرت عائشہ کہ کسی لڑکی کا رشتہ اس کا باپ کرتا ہے کسی کا چچا، بھائی یا اس کی ماں کرتی ہے مگر حضرت عائشہ کا رشتہ خود اللہ تعالیٰ نے کیا۔ اب کون بد بخت ہے جو اس رشتہ میں کوئی عیب بیان کرے اور ام المومنین کے بارے میں زبان طعن کھولے۔ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ اگر ام المومنین میں کوئی عیب ہوتا یا ہونے والا ہوتا تو خدا تعالیٰ جسے ہر اگلی پچھلی گذری اور ہونے والی ساری باتوں کا علم ہے وہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے یہ رشتہ کیوں تجویز کرتا؟

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ پر سلام

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اس رشتہ مقدسہ سے یہ مقام بلند حاصل ہوا کہ جبریل امین بھی آپ پر سلام بھیجتے ہیں۔

چنانچہ آپ خود فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ حضور نے مجھ سے فرمایا۔ یَا عَائِشۃ ھٰذا جِبْرِیْلُ یُقْرِئُکَ السَّلَامَ۔ اے عائشہ! یہ جبریل ہیں جو تمہیں سلام کہہ رہا ہے، میں نے کہا، وعلیہ السلام ورحمۃ اللہ (مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۷۳ قدیمی کتب خانہ)

یہ ہے شان حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ کی، پھر ہم بھی کیوں عرض نہ کریں کہ

بنتِ صدیق آرام جان نبی — اُس حریم برأت پہ لاکھوں سلام
یعنی ہے سورۂ نور جن کی گواہ — اُن کی پُر نور صورت پہ لاکھوں سلام

سورۃ نور

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا کی پاک دامنی کے خلاف جب منافقین نے ایک بہتان باندھا تو چونکہ یہ رشتہ خود خدا تعالیٰ نے طے کیا تھا اس لئے ام المومنین کی پاک دامنی و برأت کی خود خدا نے گواہی دی اور سورۃ نور نازل فرما کر آپ کی پاک دامنی طہارت، عفت و عصمت کا اعلان فرمادیا اور فرمادیا کہ یہ منافقین کا بہتان عظیم ہے۔ چنانچہ فرمایا:

وَلَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ قُلْتُمْ مَّا يَكُوْنُ لَنَآ اَنْ نَّتَكَلَّمَ بِهٰذَا ۖ سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ

اور کیوں نہ ہوا جب تم نے سنا تھا کہا ہو۔ کہ ہمیں نہیں پہنچتا کہ ہم ایسی بات کہیں الٰہی پاکی ہے تجھے یہ بڑا بہتان ہے۔ پھر فرمایا:

اَلْخَبِيْثٰتُ لِلْخَبِيْثِيْنَ وَالْخَبِيْثُوْنَ لِلْخَبِيْثٰتِ ۚ وَالطَّيِّبٰتُ لِلطَّيِّبِيْنَ وَالطَّيِّبُوْنَ لِلطَّيِّبٰتِ

گندی عورتیں گندے مردوں کے لئے اور گندے مرد گندی عورتوں کے لئے اور پاک وستھری عورتیں پاک وستھرے مردوں کے لئے اور پاک وستھرے مرد پاک وستھری عورتوں کے لئے۔

اس آیت میں خدا نے صاف صاف فرمادیا کہ میرا محبوب جو طیبوں، پاکوں اور ستھروں کا سردار ہے، یہ ناممکن ہے کہ اس کے عقد میں کوئی گندی عورت آسکے۔

لباس: اللہ تعالی سورۂ بقرہ میں فرماتا ہے:

هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ

عورتیں تمہارا لباس ہیں اور تم ان کے لباس۔

اس آیت کے مطابق بیوی مرد کا لباس ہوتی ہے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور کا لباس ٹھہریں اور حضور کا لباس پاک وطاہر ہے۔ خدا فرماتا ہے۔

وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ اور اپنے کپڑے پاک رکھو۔

پس حضور کی بیوی پر اگر کوئی پلید، گند اچھالے گا تو گویا اس نے حضور کے لباس کو ناپاک کرنا چاہا جو انتہا درجہ کی ناپاک حرکت ہے۔

مزکی : خدا نے اپنے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ایک صفت مزکی بھی بیان فرمائی ہے یعنی پاک وستھرا بنا دینے والے چنانچہ فرمایا:

وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ

(یہ رسول) ان پر اللہ کی آیتیں پڑھتا ہے اور ان کو پاک کرتا ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی معیت ورفاقت کی یہ تاثیر ہے کہ جو کھوٹا آیا تو کھرا بن گیا۔ جاہل آیا تو عالم بن گیا۔ گندہ آیا تو پاک بن گیا آپ کی ایک ساعت کی بھی مجالست وصحبت نے ہزاروں کو رنگ دیا اور لاکھوں کو کندن بنا دیا۔ پھر کیا یہ ممکن ہے کہ جو بیویاں شب وروز حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی برکت مجلس سے مستفیض ومستنیر ہوتی رہیں وہ خالی رہ گئیں ہوں۔ کیا آپ کے تزکیہ کا ان پر اثر نہ پڑ سکا؟ پڑا اور ضرور پڑا اور اسی لئے خدا نے فرمایا کہ میرا رسول جب طیبین سے ہے تو اس کی ازواج مطہرات بھی یقیناً طیبات سے ہیں۔

ماں : خدا تعالیٰ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کو مومنوں کی ماں کہا ہے۔ چنانچہ فرمایا:

وَأَزْوَاجُهُ أُمَّهَاتُهُمْ اور نبی کی بیبیاں تمہاری مائیں ہیں۔

خدا نے ازواج النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مسلمانوں کی مائیں اس لئے کہا ہے کہ

ماں کی بے ادبی کرنے والا ہر قوم میں گستاخ اور عاقبت نااندیش سمجھا جاتا ہے اور کوئی اُسے اچھانہیں سمجھتا۔ جسمانی ماں کے لئے خدا کا حکم ہے۔

فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا

ماں باپ کو اف تک نہ کہو نہ انہیں جھڑکو نرمی و شرافت سے بات کرو۔

تو کتنا بدنصیب اور بُرا ہے وہ شخص جو تمام روحانی ماؤں کی سردار حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حق میں ناشائستہ و نازیبا کلمات کہے۔

ام المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صاحبزادی خاتون جنت حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی بڑی شان ہے حضور نے حضرت فاطمہ سے فرمایا۔

یا فاطمۃ الا ترضین ان تکونی سیدۃ نساء اہل الجنۃ او نساء المؤمنین

(مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۶۸ قدیمی کتب خانہ)

اے فاطمہ کیا تم اس بات پر خوش نہ ہوگی کہ تم جنتی عورتوں کی سردار ہو یا مومن عورتوں کی

اس ارشاد کے مطابق حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جنت کی اور مومنہ عورتوں کی سردار ہیں، صرف عورتوں کی سردار فرمایا، مردوں کی نہیں مگر خدا نے ازواج النبی کو جملہ مومنوں کی مائیں فرمایا۔ مومن عورتوں کی بھی مائیں اور مومن مردوں کی بھی مائیں۔ اس ارشاد کے پیش نظر حضرت عائشہ کو حضرت فاطمہ پر یہ فضیلت حاصل ہے کہ حضرت فاطمہ صرف مومن عورتوں کی سردار ہیں اور حضرت عائشہ مومن عورتوں اور مردوں کی بھی ماں ہیں

محدثہ و فقیہہ: ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا بہت بڑی محدثہ و فقیہہ تھیں۔ چنانچہ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ما اشکل علینا اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حدیث قط فسالنا عائشۃ الا

وجدنا عندها منه علما ہمیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کسی حدیث شریف سمجھنے اور کسی دوسرے مسئلہ کے سمجھنے میں مشکل پیش آتی تو ہم ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے اس کا حل دریافت کرتے تو آپ مشکل کو حل فرمادیتیں کیونکہ آپ بہت بڑی عالمہ تھیں۔ (مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۷۲ قدیمی کتب خانہ)

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں۔

اصحاب کرام در مشکلات احکام رجوع بوے مے نمودند۔

(مکتوبات شریف صفحہ ۵۹ جلد ۲)

صحابہ کرام شرعی احکام کی مشکلات کے حل کے لئے ام المومنین کی طرف رجوع کرتے تھے

سیدہ عائشہ کے گھر میں کھانا

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

"میرا کچھ سال سے یہ طریقہ تھا کہ میں ہر سال کچھ طعام پکا کر اس کا ثواب حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، حضرت علی، حضرت فاطمہ اور حضرت امام حسن وامام حسین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو پہنچاتا تھا۔ ایک سال میں نے ایسا ہی کیا تو رات کو میں نے خواب میں حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا، میں نے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سلام عرض کیا تو حضور نے میری طرف توجہ نہ فرمائی اور اپنا روئے انور دوسری طرف پھیر لیا میں نے عرض کیا حضور اس کی وجہ کیا ہے؟ تو فرمایا۔

من طعام در خانہ عائشہ میخورم ہر کہ مرا طعام فرستد بخانہ عائشہ فرستد

"میں کھانا عائشہ کے گھر میں کھاتا ہوں جسے مجھے کھانا بھیجنا ہو وہ عائشہ کے گھر میں بھیجے"

اس وقت مجھے معلوم ہوا کہ حضور کی عدم توجہ کا باعث یہ بات ہے کہ کھانے کا ثواب پہنچاتے وقت میں ام المومنین حضرت عائشہ کا نام نہیں لیتا تھا۔ اس کے بعد میں نے یہ طریقہ اختیار کر لیا کہ جب بھی کھانا پکاتا تو ثواب پہنچاتے وقت حضرت عائشہ بلکہ ساری ازواج مطہرات کا نام بھی لیتا۔ کیونکہ یہ سب اہل بیت میں شامل ہیں اور تمام اہل بیت کا توسل اختیار کرتا۔ (مکتوبات شریف صفحہ ۵۹، ۶۰، جلد ۲)

دیکھیے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا کتنا بلند مقام ہے کہ ایصال ثواب میں حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرات حسنین کریمین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا نام لے لینے کے باوجود حضور، نے حضرت مجدد صاحب کے سلام کا جواب نہیں دیا اور رخ انور پھیر لیا اور وجہ یہ بتائی فرمائی کہ ایصال ثواب میں حضرت عائشہ کا نام کیوں نہیں لیتے۔ جب کہ میں کھانا کھاتا ہی حضرت عائشہ کے گھر میں ہوں۔"

فاتحہ دلانا بدعت نہیں

حضرت مجدد الف ثانی کی اس تحریر سے ثابت ہوا کہ کسی روز کچھ پکا کر بزرگان دین کو ایصال ثواب کرنا جسے عرف عام میں فاتحہ دلانا کہا جاتا ہے جائز ہے بدعت نہیں۔ کیونکہ ماحی بدعت حضرت مجدد الف ثانی کا بھی یہ دستور تھا اور یہ بھی ثابت ہو گیا کہ کھانا پکا کر کسی بزرگ کے نام ایصال ثواب پہنچانا بے کار بات نہیں بلکہ ثواب پہنچتا ہے اگر نہ پہنچتا ہوتا تو حضور یوں کیوں فرماتے کہ "جسے مجھے کھانا بھیجنا ہو وہ عائشہ کے گھر میں بھیجے۔" اگر یہ امر بدعت ہوتا تو حضور اپنا رخ انور پھیر لینے اور سلام کا جواب نہ دینے کی وجہ یہ بیان فرماتے کہ تم نے یہ کیا نیا طریقہ نکال لیا ہے کہ ہر سال کچھ پکا کر ہمارے نام ایصال ثواب کرتے ہو۔ حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کو دیوبندی اور اہل حدیث حضرات بھی ماحی بدعت تسلیم کرتے ہیں لہٰذا سب کی معتمد علیہ ہستی کے اس ارشاد سے ثابت ہو گیا کہ

فاتحہ دلانا اور ایصال ثواب جائز اور حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پسندیدہ چیز ہے

خدا چاہتا ہے رضائے محمد

ام المومنین کا مقدس عقیدہ ملاحظہ فرمایئے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کرتی ہیں۔

مَا اَرٰی رَبَّکَ اِلَّا یُسَارِعُ فِیْ هَوَاکَ (بخاری شریف صفحہ ۷۰۶)

آپ کا رب آپ کی خواہش پوری کرنے میں جلدی کرتا ہے یعنی جو آپ چاہیں وہ ہو جاتا ہے۔

لیکن افسوس مولوی اسماعیل دہلوی نے اپنی جماعت کو یہ عقیدہ دیا کہ:۔

رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا۔ (تقویۃ الایمان)

جبریل علیہ السلام اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت جبریل علیہ السلام نہ صرف رسول کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے نیازمند بلکہ آپ کے اہل بیت کرام رضی اللہ تعالی عنھم سے بھی عقیدت ومحبت رکھتے تھے یہی وجہ ہے کہ گاہے گاہے ان کے ہاں بھی حاضر ہوتے اور ان کے ساتھ عقیدت اور محبت کا اظہار بھی فرماتے بلکہ محبت کے انداز میں ان سے مزاح (خوش طبعی) بھی فرماتے۔ چنانچہ واقعہ ذیل ملاحظہ ہو۔ ایک مرتبہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا سَلُوْنِیْ عَنْ طُرُقِ السَّمٰوٰتِ فَاِنِّیْ اَعْلَمُ بِهَا مِنْ طُرُقِ الْاَرْضِ۔ مجھ سے آسمانوں کی راہوں کو پوچھ لو کیونکہ میں زمین کی راہوں سے زیادہ آسمانوں کی راہیں جانتا ہوں۔ اس وقت جبریل علیہ السلام ایک انسان کی شکل میں آئے اور حضرت علی سے کہنے لگے اگر آپ اپنے اس دعویٰ میں سچے ہیں تو بتائیں اس وقت جبریل کہاں ہے؟ حضرت علی رضی

اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی نظر آسمان کی طرف اٹھائی اور دائیں بائیں دیکھا پھر اپنی نظر زمین کی طرف کر کے دائیں بائیں دیکھا اور پھر فرمایا میں نے جبریل کو آسمانوں پر کہیں نہیں دیکھا اور زمین پر بھی وہ کہیں نظر نہیں آیا اس لئے میں کہتا ہوں کہ تم ہی جبریل ہو۔

(نزہۃ المجالس صفحہ ۱۷۵ جلد۲)

سبق: حضرت مولانا روم علیہ الرحمہ فرماتے ۔ لوح محفوظ است پیشِ اولیاء

یعنی لوح محفوظ ہر وقت اولیاء کرام کے سامنے رہتی ہے۔ لوح محفوظ وہ ہے جس کے متعلق قرآن پاک میں ہے کہ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا یَابِسٍ اِلَّا فِیْ کِتٰبٍ مُّبِیْنٍ

یعنی کائنات کی ہر تر اور خشک چیز اس میں مکتوب ہے۔

گویا دنیا کی ہر چیز اولیاء کرام کے سامنے ہے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو سید الاولیاء ہیں پھر ان سے کائنات کی کوئی چیز کیسے غائب رہ سکتی ہے اور پھر جو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھی آقا مولا بلکہ سارے انبیاء کرام علیہم السلام کے بھی سید و سردار ہیں یعنی حضور سید المرسلین خاتم النبیین سرور عالم حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کے علم کا کوئی اندازہ کر سکتا ہے؟

جن کے ایک غلام کا یہ علم ہو کہ جبریل بھی ان کی نظر سے غائب نہیں رہ سکتا۔ اس آقا کی نظر سے ہم تم یا کائنات کی کوئی چیز غائب رہ سکتی ہے؟

سچ کہا اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ نے ۔

سر عرش پر ہے تری گذر دل فرش پر ہے تری نظر

ملکوت و ملک میں کوئی شے نہیں وہ جو تجھ پہ عیاں نہیں

باوجود اس حقیقت کے کس قدر جاہل و بے خبر ہے وہ شخص جس نے یہ لکھ دیا کہ

حضور کو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں۔ (براہین قاطعہ صفحہ ۵۱)

یہ براہین قاطعہ مولوی رشید احمد گنگوہی (دیوبندی) کی لکھائی ہوئی اور ان کی مصدقہ کتاب ہے اور مولوی صاحب دیوبندی حضرات کے قطب الاقطاب ہیں۔ ان قطب صاحب کی بے خبری ملاحظہ کیجئے۔ کہ عالم ماکان وما یکون کے علم سے ہی بے خبر ہیں۔

تو دانائے ماکان اور ما یکون ہے　　　مگر بے خبر بے خبر دیکھتے ہیں

سیدنا علی المرتضیٰ کے ساتھ جبریل ومکائیل علیہما السلام کی خرید وفروخت

ایک روز حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے غلہ خریدنے کے لئے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی چادر چھ درہم کو میں بیچی اور غلہ خریدنے کے لئے چل پڑے۔ راستہ میں ایک سائل مل گیا۔ اس نے سوال کیا تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سب درہم اسے دیدے۔ آگے بڑھے تو ایک اعرابی کو دیکھا جو ایک اونٹنی لئے کھڑا تھا اس نے حضرت علی سے کہا علی! تم اس اونٹنی کو خرید لو چاہے قیمت پھر دیدینا میں یہ اونٹنی سو درہم کو بیچتا ہوں حضرت علی نے اونٹنی سو درہم کی خرید لی اور اونٹنی لیکر آگے بڑھے تو ایک دوسرا اعرابی مل گیا وہ کہنے لگا علی! یہ اونٹنی اگر بیچنے کو لے جارہے ہو تو یہ لو ایک سو ساٹھ درہم اور اونٹنی مجھے دے دو۔ حضرت علی نے اونٹنی بیچ دی اور اعرابی سے ایک سو ساٹھ درہم وصول کر لئے۔ آگے بڑھے تو راستے میں پہلا اعرابی پھر ملا اور اپنے سو درہم طلب کئے۔ حضرت علی نے سو درہم اسے دیدیے اور ساٹھ درہم لیکر گھر تشریف لائے۔ حضرت فاطمہ نے پوچھا کہ یہ ساٹھ درہم کہاں سے ملے تو فرمایا اپنے خدا سے تجارت کی تھی۔ ساٹھ درہم نفع ہوا پھر حضرت علی نے یہ سارا واقعہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بیان کیا تو حضور نے فرمایا پہلا اعرابی جبریل تھا اور دوسرا میکائیل اور اونٹنی وہ تھی جس پر قیامت کے روز میری بیٹی فاطمہ سوار ہوگی۔　　　(نزہۃ المجالس صفحہ ۱۹۰)

نوری بشری شکل میں

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ نور بشر کے لباس میں آتا ہے دیکھئے جبریل ومیکائیل اگرچہ لباسِ اعرابی میں آئے مگر پھر بھی وہ حقیقت میں نوری تھے اسی طرح ہمارے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حقیقت نور ہے مگر وہ ہمارے پاس لباس بشریت میں تشریف لائے جس طرح جبریل ومیکائیل کا لباس اعرابی میں آنا یہ ثابت نہیں کرتا کہ اب وہ نور نہیں رہے اسی طرح حضور نور ہیں اور سراپا نور ہیں مگر ہم بشروں کی ہدایت کیلئے لباس بشریت میں ملبوس تشریف لائے ہیں ۔اس عالم میں آپ جو لباس بشریت لائے تو یہ محض لباس ہے اور لباس کے بدل جانے سے حقیقت نہیں بدلا کرتی ۔ دیکھئے زید نے یورپ میں جا کر کوٹ پتلون پہنی اور پاکستان میں آ کر شیروانی وشلوار پہن لی پنجاب میں سر پر عمامہ باندھا اور یوپی میں جا کر ہلکی پھلکی ٹوپی پہن لی اور بنگال میں جا کر ننگے سر ہی پھرنے لگے تو ان سب صورتوں میں جیسا دیس ویسا بھیس کے مطابق لباس بدلتا رہا مگر زید وہی زید ہی رہے گا اسی طرح بلاتشبیہ ہمارے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نور ہیں ۔ جب آپ اس عالم بشریت میں تشریف لائے تو آپ نے اس عالم کا لباس بشریت زیب تن فرمایا تو اس لباس بشریت کے زیب تن فرمانے سے حضور کے نور ہونے میں کچھ فرق نہیں آیا بلکہ آپ پہلے بھی نور تھے اور اب بھی نور ہی ہیں ۔

آپ کی آمد سے یہ گلشن بھی تو گلشن ہوا   آپ ہی کے نور سے ظلمت کدہ روشن ہوا

جبریل علیہ السلام اور خاک کربلا

کمالات مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے منکرین کا عقیدہ ہے کسی کو کیا خبر کہ کل کیا ہوگا سوائے اللہ کے کوئی نہیں جانتا یہاں تک کہ اگر کوئی نبی کریم صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے بھی مانے تو مشرک ہے یہاں ہم کربلا کا واقعہ لکھتے ہیں جس سے ثابت ہوگا کہ جبریل علیہ السلام نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نہ صرف واقعہ عرض کیا بلکہ کربلا کی مٹی بھی پیش کردی۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ ایک روز حضرت ام الفضل رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور کے پاس آئیں اور عرض کیا یا رسول اللہ! آج میں نے بہت ڈراؤنا خواب دیکھا ہے۔ حضور نے فرمایا وہ کیا؟ عرض کیا حضور! وہ بہت ہی سخت ہے، فرمایا تم بتاؤ کیا دیکھا ہے۔ عرض کیا حضور میں نے دیکھا کہ آپ کے جسدہ اقدس کا ٹکڑا کاٹ کر میری گودی میں ڈال دیا گیا ہے۔ حضور نے سن کر فرمایا یہ تو تم نے بڑا اچھا خواب دیکھا ہے، میری بیٹی فاطمہ کے گھر انشاء اللہ فرزند پیدا ہوگا جو تمہاری گود میں کھیلے گا چنانچہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیدا ہوئے اور حضرت ام الفضل نے انہیں اپنی گود میں اٹھایا حضور نے جو فرمایا تھا وہی ہوا۔

حضرت ام الفضل فرماتی ہیں ایک روز میں حضرت امام حسین کو گود میں اٹھائے ہوئے حضور کی خدمت میں حاضر ہوئی تو حسین کو حضور کی گود میں ڈال دیا میں نے دیکھا کہ حضور کی آنکھوں میں آنسو بہنے لگے میں نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر قربان یا رسول اللہ! آپ کی آنکھوں میں آنسو کیسے؟ فرمایا ابھی ابھی جبریل آیا ہے اس نے مجھے خبر دی ہے کہ میری امت اس میرے بیٹے کو شہید کردے گی، میں نے عرض کیا اس کو؟ فرمایا ہاں اسی کو پھر فرمایا جبریل اس میدان (کربلا) کی یہ سرخ مٹی بھی لیکر آیا ہے۔

(مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۷۲)

سبق: حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بہت بڑی شان ہے وہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لخت جگر ہیں چنانچہ حضرت ام الفضل کے خواب میں آپ نے یہی تعبیر بیان فرمائی کہ میرے جسم انور کا وہ ٹکڑا حسین ہیں (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ما فی الارحام کا بھی علم عطا ہوا ہے۔ اسی لئے آپ نے فرمایا کہ میری بیٹی فاطمہ کے گھر انشاء اللہ فرزند پیدا ہوگا۔ چنانچہ حضرت امام حسین پیدا ہوئے۔ اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کا حضور کو علم تھا اور مقام شہادت دشت کربلا کا بھی علم تھا۔

ایک اعتراض کا جواب:

اگر کوئی اعتراض کرے کہ اگر حضور کو علم تھا تو آپ نے اپنے نواسہ کو روکا کیوں نہیں؟ اور کیوں نہیں ان سے فرمادیا کہ بیٹا! کربلا کا رخ ہرگز بھی اختیار نہ کرنا ورنہ یزیدیوں کے ہاتھوں قتل ہو جاؤ گے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ معترض شہادت کے علوم مرتبت سے ناواقف ہے، شہادت تو ایک بہت بڑا مرتبہ ہے، خدا نے شہید کو زندہ قرار دیا ہے فرمایا::

وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ ۚ بَلْ أَحْيَاءٌ وَلَٰكِنْ لَا تَشْعُرُونَ

اور جو خدا کی راہ میں مارے جائیں انہیں مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں ہاں تمہیں خبر نہیں۔

اس آیت میں شہید کو مردہ نہ کہنے کا حکم ہے یعنی اسے مردہ نہ کہو، ممکن ہے کوئی سمجھتا ہو کہ خدا نے صرف مردہ کہنے سے روکا ہے ویسے ہوتے وہ مردہ ہی ہیں، اس شک کو دوسری آیت میں رد فرمادیا اور فرمایا۔

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا ۚ بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ

اور جو اللہ کی راہ میں مارے گئے ہرگز مردہ نہ خیال کرنا بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں روزی پاتے ہیں۔

یہ ہے شان شہید کی کہ خدا فرماتا ہے کہ وہ شہادت کے بعد زندہ ہے روزی پاتا ہے اُسے مردہ نہ کہو نہ مردہ سمجھو وہ زندہ ہے ہاں تمہیں خبر نہیں۔

وَلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ "ہاں تمہیں خبر نہیں" ہماری بے خبری سے شہید کی زندگی میں فرق نہیں آسکتا دیکھیے ہم سب اپنی پیدائش سے پہلے اپنی اپنی ماؤں کے شکموں میں تھے اور زندہ تھے، زندہ ہی تھے تو زندہ پیدا ہوئے مگر ماں کے پیٹ میں اپنی زندگی کی ہمیں کوئی خبر نہیں باوجود اس کے ہمیں یقین ہے کہ ہم ماں کے پیٹ میں زندہ تھے اسی طرح شہید کی قبر کی زندگی سے اگر چہ ہم بے خبر ہیں مگر ہمیں اس زندگی کا بھی یقین ہے۔

شہادت کی بلند و بالا شان

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شہادت کا علوِ مرتبت دکھانے کے لئے فرمایا۔

وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ لَوَدِدْتُ اَنِّیْ اُقْتَلُ ثُمَّ اُحْیٰ ثُمَّ اُقْتَلُ ثُمَّ اُحْیٰ ثُمَّ اُقْتَلُ

بخدا میں چاہتا ہوں کہ اللہ کی راہ میں، میں شہید ہوں پھر زندہ کیا جاؤں پھر شہید ہوں پھر زندہ کیا جاؤں پھر شہید ہوں پھر زندہ کیا جاؤں پھر شہید ہوں۔

(بخاری شریف صفحہ ۳۹۲ جلد ۱)

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے غلاموں میں یہی جذبہ پیدا فرمایا حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ دعا مانگا کرتے تھے۔

"الٰہی مجھے اپنے رسول کے شہر میں شہادت عطا فرما" (بخاری شریف صفحہ ۳۹۱ جلد ۱)

شہید کو جام شہادت نوش کرتے وقت جو لذت و کرامت حاصل ہوتی ہے اس کی اہمیت ملاحظہ فرمایئے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی بھی جنتی جنت سے نکل کر پھر اس دنیا میں آنا نہ چاہے گا اگر چہ ساری دنیا کا مال بھی اسے مل جائے مگر شہید کی یہ تمنا ہوگی کہ میں دنیا میں جاؤں اور دس مرتبہ اللہ کی راہ میں شہید ہوں۔

(مشکوۃ شریف صفحہ ۳۳۲)

شاعر نے کیا خوب لکھا ہے۔

مزہ جو مرنے کا عاشق بیاں کبھی کرتے ۔۔۔۔ مسیح و خضر بھی مرنے کی آرزو کرتے

صحابہ کرام علیہم الرضوان کے مبارک حالات پڑھنے سے پتا چلتا ہے کہ وہ جام شہادت پینے کے مشتاق رہتے تھے۔ اجلہ صحابہ کرام کے علاوہ چھوٹی عمر کے بچوں میں بھی جذبہ شہادت موجود تھا۔ چنانچہ ابوجہل جیسے بڑے کافر کو دو چھوٹے چھوٹے بچوں نے فی النار کیا تھا۔ یہی جذبہ شہادت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نواسوں حسنین کریمین میں بھی موجود تھا۔ جس جذبہ سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خود انتہائی پیار تھا حضور امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس جذبہ کو کیوں روکتے اور انہیں فرماتے کہ بیٹے کربلا کا رخ ہرگز نہ کرنا۔ معترض چاہتا ہے کہ حضور اپنے پیارے نواسے کو مراتب علیا حاصل کرنے سے روک دیتے۔

الزامی جواب: یہ کہنا کہ اگر حضور کو علم تھا تو آپ نے اپنے نواسے کو روکا کیوں نہیں ہم کہتے ہیں خدا نے قرآن میں فرمایا ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ حَقٍّ

جو اللہ کی آیتوں سے منکر ہوتے ہیں اور پیغمبروں کو ناحق شہید کرتے ہیں۔

ہم نے ان پر لعنت کی اور اس لئے کہ وہ آیات الٰہی کے منکر ہوئے اور انبیاء کو ناحق شہید کرتے۔ ان آیات میں یہودیوں کا ذکر ہے کہ وہ اللہ کے نبیوں کو ناحق شہید کرتے رہے۔ معترض بتائے کہ اللہ کو تو علم تھا کہ میں نے اگر ان نبیوں کو بھیجا تو یہودی ان کو قتل کر دیں گے پھر اللہ نے ان نبیوں کو بھیجا ہی کیوں؟ پس جو جواب یہاں ہوگا وہی جواب ہمارا ہوگا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اگر مشکل کے وقت مدد فرما سکتے ہیں تو حضور نے کربلا میں اپنے نواسے کی مدد کیوں نہ کی؟ بات پھر وہی ہوئی کہ حضور صلی

اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے نواسے کو اُخروی کامیابی اور شہادت کا بلند مرتبہ حاصل کرنے سے کیوں نہ روک دیا۔؟

حضور نے مدد فرمائی: آیئے دیکھیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کربلا میں اپنے پیاروں کی مدد فرمائی یا نہ فرمائی؟ قرآن میں اللہ تعالیٰ نے مدد کرنے کا جواپنا انداز بیان فرمایا ہے پہلے وہ معلوم کر لیجئے خدا فرماتا ہے۔

وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ

اور ہمارے ذمہ کرم پر ہے مسلمانوں کی مدد فرمانا۔ یعنی مسلمانوں کی مدد فرمانا ہمارے ذمہ ہے۔

اب دیکھئے خدا کی مدد فرمانے کا طریقہ کیا ہے فرمایا:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ

اے ایمان والو! اگر تم دین خدا کی مدد کرو گے اللہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے قدم جمادے گا۔

دوسرے مقام پر فرمایا:

وَلِيَرْبِطَ عَلٰى قُلُوْبِكُمْ وَيُثَبِّتَ بِهِ الْاَقْدَامَ

اور تمہارے دل کی ڈھارس بندھادے اور اس سے تمہارے قدم جمادے۔

خدا کی اس مدد سے مسلمان ہمیشہ اعدائے دین سے ثابت قدم رہ کر قتال کرتے رہے مورخین نے واقعات کربلا بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب یزید کی بیعت کرنے سے انکار کر دیا اور اس کے فسق و فجور کے سامنے ڈٹ گئے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کبھی مدینہ منورہ میں اور کبھی میدان کربلا میں رات کو خواب میں اپنے پیارے نواسے کو اپنے دیدار پر انوار سے مشرف فرما کر انہیں

اس امتحان گاہ میں ثابت قدم رہنے کی تلقین فرماتے اور ان کے لئے صبر واجر کی دعائیں فرماتے ہیں یہ حضور ہی کی تلقین اور دعاؤں کا کرشمہ تھا کہ بہتر ہزار سے بھی زیادہ یزیدیوں کے مقابلہ میں صرف بہتر نفوس قدسیہ کی معیت میں مقابلہ میں ڈٹ گئے اور ثابت قدم رہے منہ نہیں پھیرا پیٹھ نہیں دکھائی بے مثال ہمت وبہادری اور انتہائی عزم واستقلال حوصلہ وجرأت اور صبر وشکر کے ساتھ یزیدیوں کا مقابلہ کیا۔ فرشیوں عرشیوں سے داد تحسین حاصل کی اور قیامت تک کے لئے اپنا نام روشن فرمادیا۔ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ

رونا: حضور صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جبریل سے جب شہادت حسین کی خبر سنی تو چشمانِ مبارک میں آنسو آ گئے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ذکر شہادت سن کر خود بخود اگر آنسو آ جائیں تو یہ جائز ہے۔ صرف رونے کی حد تک یہ جواز ہے اور جزع وفزع سینہ کوبی ماتم وغیرہ شرعاً ناجائز ہے صرف رونا بھی جو بغیر تکلیف کے آ جائے جائز ہونے کے باوجود ایک درس دیتا ہے اور وہ یہ ہے۔

صرف رو لینے سے قوموں کے نہیں پھرتے ہیں دن

جانفشانی بھی ہے لازم اشک افشانی کے ساتھ

آنکھ میں آنسو ہوں دل میں ہو شرار زندگی

شعلہ آتش بھی ہو بہتے ہوئے پانی کے ساتھ

یہ بھی حقیقت ہے کہ ہر رونے والا ضروری نہیں کہ سچا ہی ہو، اگر ہر رونے والا سچا ہی مانا جائے تو پھر دنیا بھر میں کوئی عورت جھوٹی نہیں، جنہیں بات بات پر خواہ مخواہ رونا آ جاتا ہے۔ آ بھی نہیں جاتا بلکہ وہ رونا شروع کر دیتی ہیں، رونے کی تائید میں بعض لوگ حضرت یعقوب علیہ السلام کا رونا پیش کرتے ہیں حالانکہ وہ بناوٹی اور جھوٹا رونا نہ تھا سچا تھا اسی لئے قرآن پاک میں آتا ہے۔

وَابْيَضَّتْ عَيْنٰهُ مِنَ الْحُزْنِ فَهُوَ كَظِيْمٌ

اور اس کی آنکھیں غم سے سفید ہو گئیں۔

مفسرین نے لکھا ہے کہ آپ کا غم انتہا کو پہنچ گیا اور روتے روتے آپ کی آنکھ کی سیاہی کا رنگ جاتا رہا اور بینائی ضعیف ہو گئی، یہ غم آپ کا سچا تھا رونا بھی سچا تھا آج بھی اگر یہ غم منانے والے اور آنسو بہانے والے سچے ہوتے تو انہیں سچا غم ہوتا اور ان کا رونا بھی سچا ہوتا تو کم از کم ان میں سے کوئی ایک ہی آج تک اندھا ہو گیا ہوتا۔ مگر ایسا کبھی نہیں ہوا۔

توہین اہل بیت

شہادت کی عظمت و اہمیت آپ پڑھ چکے ہیں، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اپنا ارشاد بھی آپ نے پڑھا کہ حضور کو خود بھی شہادت سے بڑا پیار تھا مگر آیئے اب ان برائے نام محبان حسین کی ایک روایت پڑھ کر اندازہ کیجئے کہ ان لوگوں نے اہل بیت عظام کی برائے نام محبت کے رنگ میں کس قدر توہین کی ہے۔ چنانچہ اصول کافی کے صفحہ ۲۹۴ پر ہے۔

''امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ جبریل نے حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر بشارت دی کہ فاطمہ کے گھر ایک بچہ پیدا ہوگا جسے تمہاری امت تمہارے بعد شہید کر دیگی، تو حضور نے کہا مجھے فاطمہ سے پیدا ہونے والے ایسے بچہ کی کوئی ضرورت نہیں جسے میری امت شہید کر دے گی جبریل واپس آسمان پر گئے اور پھر اترے اور وہی کہا جو پہلے کہا تھا حضور نے پھر وہی جواب دیا کہ مجھے ایسے بچہ کی کوئی ضرورت نہیں۔ جبریل پھر آسمان پر گئے پھر اترے اور کہا اللہ فرماتا ہے کہ اس بچہ کی اولاد میں امامت اور ولایت اور وصیت مقرر کروں گا، یہ سن کر حضور راضی ہوئے پھر فاطمہ کو پیغام بھیجا کہ خدا نے مجھے بشارت دی

ہے کہ تجھ سے ایک بچہ پیدا ہوگا جسے میری امت شہید کردے گی تو فاطمہ نے جواب بھیجا کہ مجھے ایسے بچہ کی کوئی حاجت نہیں جسے تمہاری امت شہید کردے گی۔ حضور نے پھر یہ پیغام بھیجا کہ اللہ نے اس کی اولاد میں امامت اور ولایت اور وصیت مقرر کی ہے تو فاطمہ نے کہلا بھیجا کہ میں راضی ہوں۔''

اس روایت سے جو نتائج ظاہر ہوتے ہیں وہ یہ ہیں

خدا تعالیٰ جبریل کے ذریعے حضور کو ایک بچہ کی بشارت دیتا ہے کہ فاطمہ کے گھر ایک بچہ پیدا ہوگا جو شہید ہو جائے گا بشارت کا معنی ہے خوشخبری خدا اپنے رسول کو خوشخبری دیتا ہے ایک شہید ہو جانے والا بچہ کی ولادت کی اطلاع دیتا ہے مگر رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا خدا کی عظمت وجلال کا (معاذ اللہ) کچھ بھی خیال نہ کر کے بڑی جرأت کے ساتھ بار بار اس انعام خداوندی کو رد کر دیتے ہیں۔ اگر کوئی دنیاوی بادشاہ کسی امیر کو انعام دینا چاہے اور وہ اس طرح رد کر دے تو بادشاہ کی توہین سمجھی جاتی ہے۔

دوسرا نتیجہ یہ نکلا کہ جس چیز کو اللہ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لئے موجب نعمت ورحمت تجویز کیا اور اس کی خوشخبری سنائی ان دونوں نے اس کو اپنے لئے مصیبت اور قابل رد سمجھا گویا اللہ کو حکیم وخبیر نہ جانا اور اپنی رائے اللہ کی تجویز پر مقدم سمجھی اور یہ خیال نہ کیا کہ جس چیز کی اللہ نے بشارت بھیجی ہے وہ ضرور بہت بڑی نعمت ہوگی۔

تیسرا یہ کہ شہادت فی سبیل اللہ میں وہ دونوں کچھ بھی فضیلت نہ جانتے تھے بلکہ شہادت کو حقیر اور قابل رد سمجھتے تھے۔ ان نتائج کے پیش نظر معلوم ہوا کہ دشمنان صحابہ کرام نہ صرف صحابہ ہی کے بلکہ اہل بیت عظام کے بھی گستاخ ہیں۔

یہ ہیں اللہ کے پیاروں کے دشمن　　　　نبی اس اور یاروں کے دشمن

آفاقہا گردیدہ ام

حدیث شریف میں کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جبریل سے پوچھا تم نے مشرق ومغرب کو دیکھا ہے کہیں میرے جیسا بھی دیکھا ہے جبریل نے عرض کیا حضور میں نے مشارق ومغارب کو دیکھ ڈالا کہیں بھی کسی کو آپ سے افضل نہ پایا یا رسول اللہ! آپ کا رب آپ کے لئے فرماتا ہے کہ میں نے اگر ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خلیل بنایا ہے تو آپ کو اپنا حبیب بنایا ہے اور میں نے کوئی بھی ایسا نہیں بنایا جو آپ سے زیادہ مجھے محبوب ہو اور میں نے ساری دنیا اور دنیا والوں کو صرف اس لئے بنایا ہے کہ تمہاری شان اور میرے نزدیک جو عزت ہے وہ میں انہیں بتاؤں اور دکھاؤں اے میرے محبوب! میں نے اگر تمہیں نہ بنایا ہوتا تو ساری دنیا کو پیدا نہ فرماتا۔ (حجۃ اللہ علی العالمین صفحہ ۲۹)

سبق :. جبریل امین نے اس مشاہدہ نے اس حقیقت کو اور بھی زیادہ آشکار کر دیا کہ خدا کی ساری خدائی میں کوئی بھی حضور سے افضل نہیں، حضور ہی سب سے افضل ہیں اور بعد از خدا بزرگ توئی کے مصداق کوئی حضور کی مثل ہو ساری کائنات میں ایسا کوئی پیدا ہی نہیں کیا گیا اگر کوئی بدبخت ایسا دعویٰ کرے تو وہ ایک زاغ ہے جسے بلبل کی ہمسری کا دعویٰ ہے، ایک شیطان ہے جسے فرشتے کی برابری کا خیال خام ہے ایک قطرہ ناپاک ہے جسے آب زمزم سے مماثلت کا گمان ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ کے خلیل اور حضور اللہ کے حبیب ہیں، خلیل مرضیٔ خدا چاہتا ہے اور مرضی حبیب خدا چاہتا ہے۔

صاحب لمعات فرماتے ہیں: هُوَ جَامِعٌ لِلْخُلَّةِ وَالتَّكْلِيْمِ وَالْاِصْطِفَاءِ وَالْمُنَاجَاةِ مَعَ شَيْءٍ زَائِدٍ لَمْ يَثْبُتْ لِاَحَدٍ وَهُوَ كَوْنُهُ مَحْبُوْبَ اللّٰهِ الْحُبَّةِ

الْخَاصَةُ الَّتِیْ هِیَ مِنْ خَوَاصِہٖ۔ (حاشیہ مشکوٰۃ صفحہ ۵۰۵)

حضرت آدم علیہ السلام کا اصطفاء، موسیٰ علیہ السلام کی تکلیم اور عیسیٰ علیہ السلام کی مناجات حبیب اللہ ان سب کا جامع ہے ایک اور وصف زائد وبھی اس میں شامل ہے اور وہ حضور کا محبت خاص سے خدا تعالیٰ کا محبوب ہونا ہے جو کسی دوسرے پیغمبر کو حاصل نہیں۔ معلوم ہوا کہ ساری کائنات میں ہمارے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جیسا کوئی نہیں۔

جبریل سے کہنے لگے اک روز یوں شاہ امم
تم نے دیکھے ہیں جہاں بتلاؤ تو کیسے ہیں ہم
یوں کہا جبریل نے اے مہ جبین تیری قسم
آفاقہا گردیدہ ام مہر بتاں ورزیدہ ام

کنداز ہمن کنداانظر یہ

خدا نے یہ ساری کائنات صرف اس لئے پیدا کی ہے تاکہ وہ اپنے محبوب کی شان وعزت ساری کائنات کو بتائے اور دکھائے کہ میرے محبوب کی میری نظر میں دیکھو کتنی بڑی شان ہے اور میری بارگاہ میں اس کی کتنی عزت ہے مگر افسوس کہ مولوی اسمٰعیل دہلوی پر جس نے یہ لکھ دیا کہ: اللہ کی شان بہت بڑی ہے کہ سب انبیاء اور اولیاء اس کے روبرو ایک ذرہ ناچیز سے بھی کمتر ہیں۔ (تقویۃ الایمان صفحہ ۶۳)

خدا تو اپنے محبوب کی شان وشوکت اپنے روبرو بہت بڑی بتائے اور ساری کائنات ہی اسی لئے بنائی تاکہ کائنات محبوب خدا کی بارگاہ خدا میں شان وعزت دیکھے، مگر مولوی اسمٰعیل دہلوی خدا کے ارشاد کے برعکس نہ صرف حضور ہی کو بلکہ سارے نبیوں اور ولیوں کو بھی خدا کے روبرو ذرہ ناچیز سے بھی کمتر بتائے، اس ذرہ ناچیز سے بھی کمتر مولوی اسمٰعیل کا یہ قول خدا تعالیٰ کے مقدس ارشاد کے روبرو ایک قول خبیث سے بھی بدتر ہے۔ آخر میں خدا نے فرمایا

اے محبوب! میں نے اگر تمہیں نہ بنایا ہوتا تو ساری دنیا کو پیدا نہ فرماتا۔

زمین و زمان تمہارے لئے مکین و مکان تمہارے لئے
چنین و چناں تمہارے لئے بنے دو جہاں تمہارے لئے

جبریل علیہ السلام کا اظہار عجز

نبی پاک شہ لولاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں شب معراج جبریل میرے ساتھ تھا، سدرۃ المنتہیٰ کا مقام آیا تو جبریل وہاں رک گیا، حضور فرماتے ہیں میں نے جبریل سے کہا کہ کیا ایسے مقام میں دوست دوست کو چھوڑ دیتا ہے یہاں رک کیوں گئے؟ جبریل نے عرض کیا حضور! اس مقام سے اگر میں ذرہ بھر بھی بڑھا تو تجلیات کے نور سے میں جل جاؤں گا۔ اب آگے جانا آپ ہی کی شان ہے، حضور نے فرمایا اچھا اے جبریل ہم تنہا ہی آگے جا رہے ہیں بتاؤ تمہاری کوئی حاجت ہے؟ اگر کوئی حاجت ہے تو بیان کرو ہم اللہ سے تمہاری حاجت پوری کرالائیں گے، جبریل نے عرض کیا ہاں حضور میری ایک حاجت ہے میری طرف سے خدا سے سوال کیجئے کہ قیامت کے روز جب تمام امتیں پل صراط سے گذر رہی ہوں، جب حضور کی امت گذرنے لگے تو میری تمنا ہے کہ میں پل صراط پر اپنے پر بچھادوں تاکہ آپ کی امت اس پر سے آسانی کے ساتھ گذر جائے۔

(مواہب لدنیہ صفحہ ۲۹ جلد ۲)

سبق: جبریل امین فرشتوں کے سردار ہیں شب معراج سدرہ پر آکر رک گئے اور حضور سے عرض کیا۔

اگر یک سر موئے برتر پرم فروغ تجلی بسوزد پرم

حضور! آگے آپ ہی تشریف لے جایئے میں اب اگر آپ کے ساتھ آگے چلا تو فروغ تجلی سے میرے پر جل جائیں گے۔ جبریل امین سدرہ سے آگے نہ جا سکے مگر حضور آگے بڑھ

گئے اور جبریل نے بھی یہی کہا کہ آگے جانا آپ ہی کی شان ہے۔ معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی نورانیت جبریل کی نورانیت سے کہیں زیادہ تھی مولانا روم علیہ الرحمہ فرماتے ہیں ؂

اے ہزاراں جبرئیل اندر بشر ۔۔۔ بہر حق سوئے غریباں یک نظر

حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم ساری کائنات میں بے مثل ہیں حتیٰ کہ جبریل امین بھی آپ کی مثل نہیں ہو سکتے، جبریل امین نے نہ حضور کو اپنی مثل سمجھا اور نہ خود کو حضور کی مثل جانا اگر وہ حضور کو اپنی مثل سمجھتے تو سدرہ پر خود رکے تھے حضور کو بھی روک کر کہتے کہ حضور میں یہاں سے آگے نہیں بڑھ سکتا، آپ بھی آگے مت بڑھیں اور اگر خود کو حضور کی مثل جانتے تو وہ سدرہ پر نہ رکتے اور حضور کے ساتھ آگے چل پڑتے مگر نہ حضور کو روکا نہ خود آگے بڑھے گویا نہ حضور کو اپنی مثل سمجھا نہ خود کو حضور کی مثل جانا۔ الحمد للہ ذشجفساد چطچه اہل سنت کا وہی عقیدہ ہے جو جبریل کا ہے۔

وسیلہ عظمیٰ : ۔حضور نے جبریل سے فرمایا تمہاری کوئی حاجت ہو تو بتاؤ ہم اللہ سے پوری کرا لائیں گے۔ گویا حضور نے اس امر کا اظہار فرمایا کہ حقیقی حاجت روا تو اللہ ہی ہے مگر اس کی یہ حاجت روائی میرے وسیلہ سے حاصل ہوتی ہے اگر حضور کا وسیلہ ضروری نہ ہوتا تو جبریل امین کہہ دیتے حضور! مجھے اگر اللہ سے کوئی حاجت ہوئی تو میں خود اس سے کہہ لوں گا آپ سے کہنے کی مجھے کیا حاجت ہے؟ جبریل نے یوں نہیں کہا اور اپنی حاجت کا حضور ہی سے ذکر کیا اور عرض کیا'' کہ قیامت کے روز پل صراط پر آپ کی امت کے لئے اپنے پر بچھا دوں۔'' میری اس حاجت کو اللہ کے حضور پیش کریں تا کہ خدا میری اس حاجت کو پورا فرما دے اسی لئے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے ؂

بے اُن کے واسطے کے خدا کچھ عطا کرے ۔۔۔ حاشا غلط غلط یہ ہوس بے بصر کی ہے

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی غلامی اتنے شرف کی بات ہے کہ جبریل امین بھی حضور کے غلاموں کے لئے اپنے پر بچھانے کی تمنا رکھتے ہیں۔

زاہداُن کا میں گنہگار وہ میرے شافع　　　اتنی نسبت مجھے کیا کم ہے تو سمجھا کیا ہے

وصال حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وقت جبریل کا منظر

حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مرض وصال شریف میں بیمار ہوئے تو جبریل علیہ السلام حاضر ہوئے اور عرض کیا یارسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے آپ کی عزت افزائی کے لئے صرف آپ کی خاطر مجھے آپ کی مزاج پرسی کے لئے بھیجا ہے، وہ پوچھتا ہے آپ کا کیا حال ہے، حالانکہ وہ آپ سے زیادہ آپ کا حال جانتا ہے، حضور نے فرمایا میں مغموم و مکروب ہوں۔ دوسرے دن جبریل پھر حاضر ہوئے اور اللہ طرف سے حال پوچھا حضور نے پھر وہی جواب دیا، جبریل تیسرے دن پھر آئے اور اللہ کی طرف سے حال پوچھا حضور نے پھر وہی جواب دیا، جبریل نے عرض کیا حضور! آج میرے ساتھ اسمٰعیل نام کا فرشتہ بھی آپ کی مزاج پرسی کے لئے آیا ہے، حضور نے اس کے متعلق دریافت فرمایا کہ وہ کون ہے؟ جبریل نے بتایا حضور یہ فرشتہ ایک لاکھ فرشتوں کا سردار ہے اور اس کے ماتحت جو لاکھ فرشتے ہیں ان میں سے ہر فرشتہ ایک ایک لاکھ فرشتوں کا سردار ہے۔ یعنی یہ اسمٰعیل ایک لاکھ فرشتوں کے ایک لاکھ سرداروں کا سردار ہے۔ آپ کی مزاج پرسی کے لئے حاضر ہوا ہے جبریل نے پھر عرض کیا حضور! آج میرے ساتھ ملک الموت بھی آیا ہے اور آپ سے اجازت طلب کرتا ہے جب کہ اس نے آج تک کبھی کسی سے اجازت طلب نہیں کی اور نہ آپ کے بعد کسی سے اجازت طلب کرے گا، حضور اگر آپ اسے اجازت دیں تو وہ حاضر ہو جائے حضور نے فرمایا اسے اجازت ہے اُسے آنے دو۔ چنانچہ اجازت پاکر ملک الموت حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا یارسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے مجھے آپ کی طرف

بھیجا ہے اور مجھے حکم دیا ہے کہ میں آپ کا ہر حکم مانوں، جو آپ فرمائیں وہی کروں گا، اگر آپ فرمائیں تو میں روح مبارک کو قبض کروں مرضی نہ ہو تو واپس چلا جاؤں حضور نے فرمایا کیا تم ایسا ہی کرو گے ملک الموت نے عرض کیا ہاں حضور مجھے یہی حکم ملا ہے کہ میں آپ کی مرضی کے مطابق کام کروں حضور اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے جبریل کی طرف دیکھا جبریل نے عرض کیا حضور! اللہ تعالی آپ کے لقاء و وصال کو چاہتا ہے۔ حضور نے ملک الموت کو فرمایا تمہیں روح قبض کرنے کی اجازت ہے، جبریل نے عرض کیا حضور! اب جب آپ تشریف لے جا رہے ہیں تو پھر زمین پر یہ میرا آخری پھیرا ہے اس لئے میرا مقصود تو صرف آپ تھے اس کے بعد ملک الموت روح المبارک کے قبض کرنے کے شرف سے مشرف ہوا۔

(مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۴۱، مواہب لدنیہ صفحہ ۱۷۴ جلد ۲)

سبق :. ہمارے آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی شان ملاحظہ فرمائیے کہ حضور بیمار ہوئے تو خدا تعالی جو غنی عن العالمین ہے حضور کی بیمار پرسی فرماتا ہے دستور یہ ہے کہ دوست بیمار پڑے تو بیمار پرسی کے لئے دوست آتے ہیں حضور اللہ کے محبوب ہیں اور اللہ حضور کا محب، محبوب بیمار ہو اور محب بیمار پرسی کے لئے نہ آئے؟ یہ کیسے ممکن ہے مگر چونکہ اللہ تعالی خدا ہے، کبریا ہے اور آنے جانے کی کیفیت سے پاک ومنزہ ہے اس نے جبریل کو بھیجا تاکہ وہ خدا کی طرف سے حضور کی بیمار پرسی کرے اور محبت کا تقاضا پورا ہو۔ حضور کی علالت خدا ہی کی طرف سے تھی اور اسے حضور کے حال کا علم بھی تھا مگر پھر بھی حضور کی محبوبیت کا تقاضا یہی تھا کہ محب علم ہونے کے باوجود محبوب سے پوچھے کہ پیارے تیرا کیا حال ہے۔
اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ پوچھنے والا ضروری نہیں کہ بے خبر ہی ہو باخبر ہو کر بھی بعض اوقات کسی سوال میں حکمت ہوتی ہے۔ ہمارے حضور کی جلالت شان دیکھئے کہ خدا

تعالیٰ بیمار پرسی فرمارہاہے اور مسلسل تین روز پھر تیسرے روز آپ کی بیمار پرسی کے لئے جبریل کے ساتھ ایک ایسا فرشتہ بھی حاضر ہوا جو ایک ایک لاکھ فرشتوں کے ایک لاکھ سرداروں کا سردار ہے۔ یعنی کروڑوں فرشتوں کا سردار ساری کائنات کے سردار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عیادت کے لئے حاضر ہوتا ہے ایک وہ بھی ہیں جو بیمار پڑ جائیں تو حقیقی بیٹا بھی قریب نہیں آتا قریب آتا بھی ہے تو فرشتہ اور فرشتہ بھی وہ جسے ملک الموت کہتے ہیں اور وہ بھی بیمار پرسی کے لئے نہیں بلکہ "روح کشی" کے لئے آتا ہے پھر ایسے لوگ اگر حضور کی مثل بننے لگیں تو ملک الموت ہی انہیں سنبھالے۔ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی روح اقدس قبض کرنے کے لئے ملک الموت تنہا نہیں آیا بلکہ جبریل کے ساتھ آیا اور حاضری کے لئے جبریل کی وساطت سے اجازت چاہی جب کہ اس نے اس سے پہلے کبھی کسی سے اجازت طلب کی تھی نہ آئندہ کرے گا۔ یہ صرف اور صرف ہمارے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی کی جلالت شان ہے کہ ملک الموت بھی حاضر ہونے سے پہلے اجازت طلب کرتا ہے۔ حضور نے حاضری کی اجازت دی تو حاضر ہوا اور پھر عرض یہ کیا کہ حضور! اللہ نے مجھے آپ کی طرف یہ کہہ کر بھیجا ہے کہ میں اپنی مرضی نہ کروں بلکہ آپ کے حکم کی تعمیل کروں۔ حضور چاہیں تو روح اقدس کو قبض کروں، نہ چاہیں تو واپس چلا جاؤں۔ گویا حضور کا وصال مبارک آپ کی مرضی کے مطابق ہوگا۔ چنانچہ حضور نے اپنے اللہ کی لقاء و وصال کی خاطر اجازت دیدی اور ملک الموت روح اقدس کو قبض کرنے کے شرف سے مشرف ہوا۔ کس قدر جہالت اور ظلمت ہے اگر کوئی اس بے مثل ذات گرامی کی مثل بننے لگے جب کہ ہمارا یہ حال ہے کہ۔

لائی حیات آئے قضا لے چلی چلے　　　اپنی خوشی نہ آئے نہ اپنی خوشی چلے

وصال حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد جبریل کی ڈیوٹی

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال شریف کے وقت جبریل امین حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ آج آسمانوں پر حضور کے استقبال کی تیاریاں ہو رہی ہیں۔ خدا تعالیٰ نے داروغہ جہنم ملک کو حکم دیا ہے کہ ملک امیر ے حبیب کی روح مبارک آسمانوں پر تشریف لا رہی ہے، اس اعزاز میں دوزخ کی آگ بجھا دے اور حوران جنت کو حکم دیا ہے کہ تم سب اپنی تزئین وآراستگی کرو۔ اور سب فرشتوں کو حکم دیا ہے کہ تعظیم روح مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے سب صف بصف کھڑے ہو جاؤ اور مجھے حکم فرمایا ہے کہ میں حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ کو بشارت دوں کہ تمام انبیاء اور ان کی امتوں پر جنت حرام ہے جب تک آپ اور آپ کی امت جنت میں داخل نہ ہو جائے اور کل قیامت کے روز اللہ تعالیٰ آپ کی امت پر آپ کی طفیل اس قدر بخشش ومغفرت کی بارش فرمائے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے۔ (مدارج النبوۃ صفحہ ۴۲۵ جلد۲)

فائدہ: نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تشریف آوری کے موقعہ پر استقبال کی تیاریاں کرنا، تزئین وآراستگی اختیار کرنا، اجتماعی رنگ میں خوشی کا مظاہرہ کرنا، محافل میلاد منعقد کرنا اور حضور کی تعظیم کے لئے قیام کرنا یہ سب امور مستحسنہ ہیں اور فرشتوں وحوران جنت کا بھی معمول ہیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تشریف آوری کے موقعہ پر خوشی منانے کو ناجائز بدعت کہنا گویا خدا کی معصوم مخلوق فرشتوں کو بھی اپنی اس جاہلانہ تیراندازی کا ہدف بنانا ہے۔ حضور کی تشریف آوری کی خوشی میں دوزخ کی آگ بھی بجھا دی گئی پھر اگر کوئی بدبخت حضور کی تشریف آوری کے موقعہ پر حضور کے غلاموں کو خوشی مناتے دیکھ کر بغض وحسد کی آگ میں جلنا شروع کر دے تو یہ اس بات کی علامت ہو گی کہ دوزخ کی آگ اس کے لئے نہیں بجھی۔ حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بدولت حضور کے غلاموں کو یہ شرف حاصل ہوا کہ وہ سب امتوں سے پہلے جنت میں داخل

ہوں گے اور ان پر خدا تعالیٰ اپنے فضل وکرم کی اس قدر بارش فرمائے گا کہ حضور خوش ہو جائیں گے اور اس حقیقت کا اظہار ہو جائے گا کہ ۔

خدا کی رضا چاہتے ہیں دو عالم خدا چاہتا ہے رضائے محمد

ایک وحی کے وقت

جبریل علیہ السلام حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں مختلف صورتوں اور شکلوں میں حاضر ہوتے ۔ایک وقت حاضر ہوئے یہ کیفیت تھی معارج میں روایت ہے کہ جب جبریل وحی لیکر آئے حضور قیلولہ فرما رہے تھے کہ جبریل نے پیچھے سے آکر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو متنبہ کیا آپ نے اٹھ کر چپ وراست دیکھا مگر کوئی نظر نہ آیا پھر آپ نے تکیہ فرمایا جبریل نے دوبارہ آواز کہا قم یا محمد آپ نے اٹھکر دیکھا کہ ایک شخص میرے آگے سے روانہ ہوا آپ نے اس کا تعاقب کیا جب وہ صفا ومروہ کے درمیان پہنچا تو یکا یک بڑھنا شروع ہوا اور اتنا بڑھا کہ سر اُس کا آسمان میں جا لگا اور پیر زمین میں پہنچے اور پروں نے اس کے مشرق ومغرب کو گھیر لیا، رنگ بازو وبال سبز پیشانی چمکدار، رخسارہ نورانی، دانت مثل موتی کے سفید، بال سرسرخ، آنکھیں سرگیں، جن کے درمیان کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ منقوش تھا اور سر پر تاج مرصع بزرو جواہر رکھا تھا حضور کو جب یہ عجیب وغریب صورت بڑی خوف محسوس ہوا اور اس سے استفسار کیا۔ مَنْ اَنْتَ رَحِمَکَ اللّٰہُ وَاِنِّیْ لَمْ اَرَ شَیْئًا قَطُّ مِنْکَ خَلْقًا وَّلَا اَحْسَنَ مِنْکَ وَجْھًا ۔یعنی تم کون ہو اللہ تعالیٰ تم پر رحم کرے کہ میں نے تم سا قد وقامت وشکل وشباہت حسن وجمال میں کبھی کوئی نہیں دیکھا۔ جبریل نے عرض کی۔ اَنَا رُوْحُ الْاَمِیْنِ الْمُنَزَّلُ اِلٰی جَمِیْعِ النَّبِیِّیْنَ وَالْمُرْسَلِیْنَ ۔میں روح الامین اور تمام رسولوں انبیاء ومرسلین پر وحی لیکر نازل ہونے والا ہوں، اے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ بھی

پڑھیں حضور نے جواب دیا میں پڑھنے والا نہیں ہوں پس جبریل نے ایک نامہ اپنے پروں سے نکالا اور حضور کے روبرو پیش کیا آپ نے وہی جواب دیا کہ میں پڑھتا نہیں اور نہ میں اسے دیکھتا ہوں۔ مزید براں ایک روایت میں ہے کہ بعد تین بار دبانے کے جبریل نے پہلے آپ سے اعوذ پڑھوائی پھر بسم اللہ پھر اقْرَأْ تا مالَمْ يَعْلَمْ بعدازاں جبریل نے اپنا پاؤں زمین پر مارا کہ چشمہ آب پیدا ہوا جبریل نے اُس سے وضو کر کے حضور کو دکھایا اور کہا کہ آپ بھی اسی طرح وضو کیجئے آنحضرت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے بھی بموجب کہنے جبریل کے اُس چشمہ سے اسی طرح وضو فرمایا، بعدازاں جبریل نے ایک چلو پانی لیکر حضور کے چہرہ اطہر پر چھڑکا پھر آنحضرت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کو ہمراہ لیکر نماز پڑھی اور حضور نے ان کی اقتدا کی بعد فراغ نماز خدمت اقدس میں عرض کی کہ اسی طرح وضو کیا کیجئے اور نماز پڑھا کیجئے بعدہ جبریل نے آسمان کی جانب صعود کیا اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لے ترساں ولرزاں گھر کی طرف رجوع فرمایا، راہ میں جس پتھر پر گذر فرماتے وہ بآواز بلند حضور پر سلام عرض کرتا اور السلام علیک یا رسول اللہ کہتا۔

سوال :۔ اس روایت سے بھی اور ابتدائی وحی سے ثابت ہوا کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو جبریل علیہ السلام کی پہچان نہ تھی اور تم انہیں حضور علیہ السلام کا خادم ثابت کررہے ہو۔

جواب :۔ یہ استغراقی کیفیت تھی، یونہی ابتداوحی میں بھی استغراق تھا، جب آپ کو جبریل علیہ السلام نے بار بار متوجہ کیا کہ آپ استغراق سے ہٹ کر ان کی طرف متوجہ ہوئے اور یہ عموماً حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور دیگر انبیاء علیہم السلام کے لئے ہوتا ہے جیسے یعقوب علیہ السلام نے سائل کو جواب دیا۔

میں کبھی عرش معلی پر ہوتا ہوں تو کبھی اپنے پاؤں کی پشت بھی نہیں دیکھتا۔ یعنی اتنا استغراق ہوتا ہے کہ اپنی بھی خبر نہیں رہتی یا جیسے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بار بار کہا گیا کہ ملائکہ کس مسئلہ میں جھگڑ رہے ہیں تو آپ نے فرمایا میں انہیں نہیں جانتا۔ میں تو صرف تیرے دیدار کا مشتاق ہوں اور اسی میں مستغرق ہوں پھر جب آپ کو متوجہ کیا گیا تو پھر وہی فرمایا جو حدیث شریف میں ہے۔

سوال:۔ فارسی کی ایک رباعی میں ہے۔

علم غیبی کس نمی داند بجز پروردگار	اگر کسے گوید کہ من دانم ازو باور مدار
گفتے نہ گفتے تا نہ گفتے جبرئیل	جبرئیلش ہم نہ گفتے تا نہ گفتے کردگار

ترجمہ:۔ علم غیب سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا۔ اگر کوئی کہے کہ میں غیب جانتا ہوں اس کا اعتبار نہ کر کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی کوئی بات نہ کہتے جب تک جبریل علیہ السلام نہ کہتے اور جبریل علیہ السلام بھی نہ کہتے جب تک اللہ تعالیٰ نہ فرماتا۔

جواب:۔ اس رباعی میں حصر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کچھ نہ فرماتے جب تک حضرت جبریل آپ کو خبر نہ دیتے حالانکہ یہ غلط ہے۔ چند وجوہ کتب صحاح ستہ و دیگر کتب احادیث میں بکثرت موجود ہیں کہ ان میں الفاظ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہوتے اور مضمون اللہ تعالیٰ کا ہوتا ہے۔ خود حق تعالیٰ القا فرماتا ہے حضرت جبریل علیہ السلام کا واسطہ نہیں ہوتا۔ اس امر کو ادنیٰ درجہ کا طالب العلم حدیث پڑھنے والا بھی جانتا ہے پس اگر حصر مذکور درست رکھا جائے تو تمام احادیث قدسیہ کا ابطال لازم آتا ہے یعنی اگر یہ تسلیم کیا جائے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کچھ نہ فرماتے جب تک کہ حضرت جبریل علیہ السلام آپ کو خبر نہ دیتے تو لازم آتا ہے کہ احادیث

قدسیہ جن میں واسطہ حضرت جبریل کا نہ ہونا بیکار اور غلط ہو جائیں۔

سوال:۔ جبریل علیہ السلام نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو وضو سکھایا اور نماز سکھائی جیسا کہ احادیث میں ہے اس سے تو جبریل علیہ السلام حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے استاد ثابت ہوئے اور تم انہیں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خادم ثابت کر رہے ہو۔

جواب:۔ جبریل علیہ السلام وضو اور نماز سکھانے نہیں آئے تھے وضو ونماز کے طریقہ کے اظہار کے لئے آئے تھے وہ بھی اس لئے کہ اہل کتاب کو نبی آخر الزمان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی علامات میں ایک علامت یہ بھی بتائی تھی کہ وہ اسلامی امور از خود نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے سرانجام دیں گے، اس کی نشانی یہی ہے کہ ان کے پاس جبریل علیہ السلام آیا کریں گے آپ اسی کے مطابق عمل فرماتے تاکہ اہل کتاب کو یقین ہو کہ آپ وہی نبی آخر الزمان ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ حدیث افک میں آپ نے چالیس دن تک کچھ نہ فرمایا جب تک نزول وحی نہ ہوا۔ اسی پر یہودیوں نے کہا کہ اگر حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کوئی بات از خود کہتے تو اس موقعہ سے بڑھ کر کوئی موقعہ نہ تھا۔ مزید تفصیل فقیر کی شرح "البخاری موسوم الفیض الجاری" میں دیکھئے۔

سوال:۔ اَلْتفسیر نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر جب نزول وحی ہوتا تو آپ جبریل علیہ السلام کے ساتھ ساتھ پڑھنا شروع فرما دیتے ان کے اتمام کا انتظار نہ فرماتے حفظ میں جلدی کرتے اس خوف سے کہیں کوئی مضمون رہ نہ جائے۔ آپ کو حکم ہوا کہ خاموشی سے سنیں جب تک آپ کے دل میں وحی کا القاء وسمع مکمل نہ ہو آپ جلدی نہ کریں۔ جیسے دوسرے مقام پر فرمایا:

وَلَا تَعْجَلْ بِالْقُرْاٰنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ یُّقْضٰۤى اِلَیْكَ وَحْیُهٗ

آپ قرآن میں جلدی نہ کریں قبل اس کے کہ آپ پر وحی کا القاء پورا نہ ہو جائے
پھر آپ اسے پڑھتے جایئے یہاں تک کہ آپ کے دل میں راسخ ہو جائے۔

جواب :۔ بعض عارفین نے فرمایا کہ اس میں اشارہ ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام اللہ تعالی سے بلا واسطہ علم کا حصول صحیح ہے یہاں پر گویا اللہ تعالی فرماتا ہے کہ اے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ جبریل علیہ السلام سے قرآن لیجئے ایسے طور کہ گویا آپ نے اسی سے ہی لیا ہے۔

ولا سابق بما عندک منا من غیر واسطة برا لمحققین یسمون هذه الجهة التی عدم الوسائط الوجه الخاص والفلا سفة ینکرون هذا الوجه ویقولون لا ارتباط بین الحق والموجودات الا من جهة الاسباب والوسائط فلیس عند هم ان یقول الانسان اخبر نی ربی ای بلا واسطة مخطئون هذا الحکم فانه کان ارتباط کل ممکن بالحق من حیث الممکن من جهتین جهة الواحدة وجهة الکثر ة بواسطه وهو الوجه ولما کان نبینا علیه السلام اکمل الخلق لکون احکام کثرته وامکانه مستهلکة بالکلیة فی وحدة الحق واحکام وجوبه یا خذ عن الله بلا واسطه ای من الوجه الخاص وکان ینصبغ فی قلبه ما یرید الحق ان یخبره فاذا جاءه الکلام من جهة الوسائط ای من الوجه العام بصور الالفاظ والعبارات التی استدعتها احوال المخاطبین کان یبادر الیه بالنطق به لعلمه بمعناه بسبب تلقیه ایاه من حیث اللا واسطة لینفس عن نفسه مایجده من الکربة والشدة التی یلقا ها من التنزل الروحانی فان الطبیعة تنزعج من ذلک للمبائیة الثابتة بین المزاج وبین الروح الملکی فعرف الحق نبینا علیه السلام القرآن وان

اخذنه عنا من حيث معناه بلا واسطة فان انزالنا اياه مرة اخرى من جهة الوسائط يتضمن فوائد منا مراعاة افهام المخاطبين به لان الخلق المخاطبين بالقرآن حكم ارتباطهم بالحق انما هو من جهة سلسلة الترتيب والوسائط كما هو الظاهر بالنسبة الى اكثرهم فلا يفهمون عن الله الامن تلك الجهة ومنها معرفة اكتساء تلك المعاني العبارة الكاملة وتجلي في مظاهرها من الحروف فتجمع بين كما لانه الباطنة والظاهرة فيتجلى بها روحا نيتك وجسما نيتك ثم يتعدى الا مر منك الى امتك فياخذ منهم حصة منه علما وعملا (روح البیان صفحہ ۲۴۹ جلد ۹)

ترجمہ:۔ جو کچھ آپ کے پاس ہے آپ سے کوئی سبقت کرنے والا نہیں کہ اس نے آپ سے پہلے کسی نے کچھ لیا ہو اور محققین اکابر اس عدم وسائط کی جہت کو وجہ خاص سے موسوم کرتے ہیں اور اس وجہ خاص کے فلاسفہ منکر ہیں (ایسے ہی وہابی، دیوبندی، نجدی بھی) ان کی دلیل یہ ہے کہ موجودات میں اسباب کے بغیر حق کے درمیان میں اور کوئی رابطہ نہیں وہ کہتے ہیں یہ کہنا غلط ہے کہ کوئی کہے مجھے میرے رب تعالیٰ نے بلا واسطہ ملک خبر دی ہے ان (فلاسفہ اور وہابیہ وغیرہ) کی دلیل و دعویٰ غلط ہے کیونکہ ہر ممکن کا رابطہ حق سے دو طرح ہوتا ہے ا۔جهة الواحده ۲۔جهة الكثرة اور یہ وجہ عوام کے لئے ہے۔

اور ہمارے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو خاص اور تمام مخلوق سے اکمل ہیں اور کثرت کے تمام احکام اور جملہ ممکنات وحدۃ حق میں فنا پانے والی ہے اور حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جواب کے احکام اللہ تعالیٰ سے بلا واسطہ حاصل ہوتے ہیں بوجہ خاص اور آپ کے قلب اطہر پر اترتا تھا وہ علم جس کی اللہ تعالیٰ خبر دینا چاہتا جب آپ کے

ہاں کلام آتا وسائط سے اور جہت عام سے صور الفاظ اور ان عبارات میں جو مخاطبین کے احوال کے داعی ہیں تو آپ ان الفاظ سے گفتگو فرماتے اور ان کے معانی کا آپ کو علم بھی ہوتا۔ اس سبب سے جو آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بلا واسطہ حاصل تھا تا کہ آپ اس کربت وشدت سے آسانی پاتے جو آپ کے مزاج اقدس کو تنزل روحانی کی وجہ سے ہوتی اس لئے کہ آپ کو اس تنزل سے پریشانی لاحق ہوتی اس لئے کہ مزاج اقدس اور روح ملکی کے درمیان سہاجیۃ ہے خلاصہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو قرآن کا علم خود عطا فرمایا ہے اور فرمایا کہ اے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ نے مجھ سے قرآن من حیث المعنی بلا واسطہ حاصل کیا پھر اگر ہم نے اسے دوبارہ نازل کیا وسائط سے تو اس میں مزید فوائد ہیں جو مخاطبین کے افہام کی رعایت پرمبنی ہیں اس لئے قرآن کے مخاطبین کے ربط بالحق کے احکام ترتیب وسائط کے سلسلہ سے ہوتا ہے جیسے کہ ان کے اکثر کے لئے ظاہر ہے کیونکہ ان کے اللہ تعالیٰ سے اسی سلسلہ کے بغیر سمجھ نہیں سکتے کہ ان معانی کو عبارت کاملہ کی پوشاک سے سمجھا جاتا ہے اور حروف وکلمات کے مظاہر میں روشن ہوسکتے ہیں اسی لئے آپ میں کمالات باطنہ وظاہرہ کا اجتماع ہوا اسی وجہ سے آپ کی روحانیت وجسمانیت ہر دونوں تجلی ہوئیں جو متجاوز ہو کر امت میں مؤثر ہوئیں آپ سے امت کا ہر فرد علم وعمل سے اپنا حصہ حاصل کرتا ہے۔

فائدہ: لاتحرک بہ لسانک الخ میں تعلیم وتادیب ہے تعلیم تو یہ ہے کہ اس طرف اشارہ ہے جہۃ الوحدۃ کا باب اکثر لوگوں پر بند ہے وہ اللہ تعالیٰ سے اسی طرح سمجھ سکتے ہیں جو ان کے حال کے مناسب ہے یعنی وسائط وکثرت امکانیہ کی جہت سے اور تادیب یہ ہے کہ جب وحی لانے والے جبریل علیہ السلام اللہ تعالیٰ س وحی لاتے ہیں تو اس میں جو سبقت کرے گا تو تعجیل سمجھی جائے گی اور ظاہر ہوگا کہ وحی لانے والے کی کوئی ضرورت نہیں

اور یہ یقیناً ادب کے خلاف ہے بالخصوص معلم ومرشد کے سامنے اس سے معلوم ہوا کہ لا تحرک به لسانک الخ درمیان میں بطریق استطرادواقع ہے اور چونکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم سے استعجال طریق نزول (وحی) بلاواسطہ کے اعتبار سے ہر نزول وحی کے وقت واقع ہوتا تھا اور چونکہ آپ کو اس سورۃ کے نزول تک روکا نہ گیا تھا اسی لئے آپ وحی کے ہر نزول کے وقت عجلت کرتے تھے اسی لئے آپ کو روکا گیا لاتحرک به الخ۔ یعنی پھر آپ کو اس طرح مامور کیا گیا جیسے لوگوں سے خطاب عام ہوتا ہے اس کی مثال یہ ہے کہ مدرس ومعلم جب شاگرد کو جیسے کوئی مسئلہ سمجھانے شروع ہو لیکن شاگرد ایسے کام میں مشغول ہوجائے جو درس کے لائق نہ ہو تو معلم اسے فرمائے گا کہ اس مشغولی کو چھوڑ اور اس طرف متوجہ ہو جو میں کہہ رہا ہوں جب شاگرد مکمل طور متوجہ ہوگا تو معلم مسئلہ کی تکمیل فرمائے گا۔ اس قاعدہ کے مطابق ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جب تک صراحۃً کسی امر سے روکا نہ جاتا آپ اپنے مناسب حال پر عمل فرماتے یہاں بھی ایسے ہوا کہ آپ چونکہ علم الدنی سے قرآن مجید کے پہلے سے عالم تھے اسی لئے آپ جبریل علیہ السلام کے ساتھ ساتھ پڑھ لیتے تھے جس بظاہر حضور علیہ السلام کے بھول جانے کے خطرہ پر محمول کیا گیا حالانکہ یہ بات نہ تھی۔

وصلی اللہ تعالی علیٰ حبیبہ الکریم وعلیٰ آلہٖ واصحابہ اجمعین

فقط والسلام

محمد فیض احمد اویسی رضوی غفرلہٗ

یکم جمادی الآخر ۱۴۲۵ھ بروز بدھ قبل صلوٰۃ العصر

ندا کے موضوع پر منفرد تحقیقی تحریر

ندائیہ

اور

انبیاء کو بشر کہنا کفار کا شیوہ ہے

مستند حوالہ جات سے مزین

دلائل قاہرہ، براہین قاطعہ

تصانیف

فیض ملت، شیخ القرآن والحدیث

علامہ مفتی محمد فیض احمد اویسی رضوی بہاولپور

ناشر دارالسنیۃ خانیوال

0300-7892820

کتابی صورت میں

تاریخی

مناظرہ راولپنڈی

جس میں وہابی مولوی نے اسماعیل دہلوی کی عبارت کو
بارگاہ مصطفیٰ کریم ﷺ میں سخت الفاظ تسلیم کرتے ہوئے
ایسے عقیدہ پہ فتویٰ کفر صادر فرما دیا۔

مابین

علامہ مفتی محمد شوکت علی سیالوی خانیوال۔
مولوی طالب الرحمٰن (اہلحدیث) راولپنڈی

دارالسنیۃ خانیوال

0300-7892820

دیوبندی تخلیقات

فیض الباری، تبلیغی نصاب

اور

توہین قرآن

دیوبندیوں کی طرف سے قرآن مجید میں تحریف لفظی کی عبارت
اور تبلیغی نصاب کو قرآن مجید سے افضل ماننے کے حوالہ جات طشت از بام کیے ہیں۔
اسی طرح حضور سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر بزرگان ملت اسلامیہ
کی توہین کے قول باحوالہ نقل کیے ہیں۔

تالیف محمد صفدر علی صابر

ہدیہ ——— 15-00 روپے

ناشر
دارالسنیة خانیوال
0300-7892820

دارُالسُنّیۃ خانیوال